۷۸۶
۹۲
۱۱۰

شیعہ اور صحابہ

مرتبہ

جناب مولانا سید محمد باقر صاحب نقوی

مولوی فاضل، صدر الافاضل، "مدیر اصلاح"

پیش کش

محمد وصی خان

ملنے کا پتہ

محفوظ بک ایجنسی، مارٹن روڈ، کراچی

شائع کردہ محفل حیدری، ناظم آباد نمبر ۴، کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہ

شیعہ

اور

صحابہ رض

مرتبہ

جناب مولانا سید محمد باقر النقوی مولوی فاضل، صدر الافاضل، مدیر اصلاح

پیش کش

محمد وصی خان

ناشر

محفلِ حیدری، ناظم آباد ۴، کراچی

ملنے کا پتہ :- محفوظ بک ایجنسی، مارٹن روڈ، کراچی

بار دوم : ایک ہزار

قیمت [illegible] روپے

عرضِ ناشر

"شیعہ اور صحابہ" محققِ علام عالی جناب مولانا سیّد محمّد باقر النقوی مدظلہٗ مولوی فاضل، صدرالافاضل مدیرِ اصلاح کھجوہ ضلع سارن (بہار) کی وہ شاہکار تالیف ہے جو جنوری ۱۹۶۷ء میں لکھنؤ میں زیورِ طبع سے آراستہ ہوئی، ہاتھوں ہاتھ اسکی ساری کاپیاں فروخت ہوئیں اور علماء وفضلاء اور مومنین میں بیحد مقبول ہوئی، اب ایک عرصہ سے یہ کتاب ناپید ہے، اس کتاب کی اشاعت کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ مخالفینِ اہلبیتؑ جب اہلبیتؑ کے مذہب و مسلک میں کوئی خامی نہ پاسکے تو انھوں نے پیروانِ اہلبیت پر نت نئی تہمتیں لگائیں، ایسی ایسی باتیں ان کی طرف منسوب کیں جن کا کوئی صحیح الدماغ انسان تصوّر بھی نہیں کرسکتا، سب سے بڑی تہمت یہ لگائی کہ شیعہ تمام صحابہ کو کافر قرار دیتے ہیں، جبکہ ایسا نہیں ہے۔ اگر بنظرِ انصاف دیکھا جائے تو صحابہ کے متعلق ہم شیعوں کی رائے انتہائی معتدل اور معقول ہے۔ اس لیے کہ ہم فرقۂ غالیہ کی طرح نہ تو اتنی تفریط پر مائل کہ تمام صحابہ کی تنقیص کریں، نہ برادرانِ اہلسنت کی طرح ان سے اتنے خوش عقیدہ او زافراط پر آمادہ کہ سب ہی پر ایمان لائیں اور ہر ایک کو معتمد و موثق سمجھ لیں۔ اس کتاب میں جناب مولانا سید محمد باقر صاحب نقوی نے بڑی محنت اور کاوش کے ساتھ تفصیلی بحث کی ہے جس کو قارئینِ کرام ضرور پسند کریں گے۔

اس کتاب کے سلسلے میں سب سے زیادہ سعی جناب سیّد محمّد رضا رضوی نے فرمائی آپ ہی نے ہمیں کتاب کا نسخہ فراہم کیا، اور آپ ہی بار بار تاکید فرماتے رہے کہ کتاب کی اشاعت جلد کی جائے۔ بحمداللہ اب کتاب تیار ہے۔

مومنینِ کرام کو اس کتاب سے فیضیاب ہونے کا موقع فراہم کرنے کے لیے انتہائی

مساعد حالات میں بھی ہم نے یہ تہیہ کرلیا ہے کہ اِس طرح کی جتنی کتابیں ہیں انکو بہتر سے بہتر صورت میں پیش کریں گے۔ مولائے کائنات ہمیں اپنی کوششوں میں کامیابی عطا کریں! آمین ثم آمین!

آخر میں والدِ مرحوم جناب محمد عسکری خاں کے لیے ایک سورۂ فاتحہ کی گذارش ہے۔

خاکپائے مومنین

محمد وصی خاں

محفلِ حیدری، ناظم آباد۔ کراچی

کتاب **علیؑ علیؑ** مرتبہ: محمد وصی خان

اس کتاب میں امیرالمومنین علی ابنِ ابیطالب علیہ السّلام کی ہمہ گیر شخصیت کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالی گئی ہے۔

آپ کی حیاتِ طیبہ کا ایک پہلو تو وہ ہے جب آپ بدر و حنین اور خیبر و خندق کے فاتح نظر آتے ہیں۔ اور دوسرا رخ وہ ہے جب آپ دربارِ عدالت میں خلیفۂ وقت کی رہنمائی فرماتے ہیں اور حضرتِ عمر کہتے ہیں کہ "علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہوجاتا"۔ تیسرا رخ نماز کے عالم میں نظر آتا ہے کہ آپ کے پاؤں سے تیر نکال لیا جاتا ہے اور آپ کو خبر تک نہیں ہوتی۔ اس ایک شخصیت نے اپنے نقوشِ قدم میں ہزار ہا رنگ پیش کیے ہیں اور انسان کو انسان بننا سکھایا ہے۔ اس کا کچھ اندازہ ان فرمودات اور تاریخی واقعات سے ہوتا ہے جو تاریخ کے سنہری اوراق کی زینت ہیں، اور جن کو اس حسین و جمیل کتاب "علیؑ علیؑ" میں یکجا کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کتاب میں وہ تمام عنوانات ہیں جن سے انسانیت کو رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ ہدیہ: صرف ۱۶ روپے۔ آج ہی طلب فرمایئے:

ملنے کے پتے: ۱- محفلِ حیدری ناظم آباد نمبر ۲ ☆ احمد بک ڈپو، رضویہ سوسائٹی کراچی
محفوظ بک ایجنسی، مارٹن روڈ۔ کراچی

کتاب "حسینؑ حسینؑ" زیرِ طبع ہے

پیش کش: محفلِ حیدری۔ ناظم آباد نمبر ۲۔ کراچی

باسمہٖ سبحانہٗ

تعارف

ادارۂ اِصلاح (کجھوا۔ بہار) برِ صغیر کا وہ عظیم الشان مذہبی اور قومی ادارہ ہے جو تقریباً سو سال سے دینِ اسلام اور مذہبِ حق کی گراں قدر خدمات انجام دے رہا ہے۔ اس ادارہ کی اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ اس نے شروع ہی سے جہاد بالقلم کو اپنا مطمحِ نگاہ قرار دیا، اور مخالفینِ مذہب کے تمام اعتراضات کا ایسا دنداں شکن جواب دیا کہ پھر مخالفین میں سر اُٹھانے کی ہمت باقی نہ رہے، اور اس کے باوجود زبان ایسی شستہ اور لہجہ ایسا شائستہ اختیار کیا کہ دوست دشمن ہر ایک انتہائی دلچسپی سے پڑھ سکیں۔

انیسویں صدی کے اواخر سے بیسویں صدی کے ۱۹۶۱ عیسوی تک والدِ علّام حضرت فخر المحققین مولانا سید علی حیدر صاحب قبلہ طاب ثراہ اس ادارہ کی سرپرستی فرماتے رہے اور رجب ۱۹۶۱ء میں قضا و قدرِ الٰہی کو لبیک کہتے ہوئے موصوف اُن مقدس ہستیوں کی بارگاہ میں پہنچ گئے جن کے مذہب کی خدمت اور جن کی شخصیت کا دفاع کرتے رہے تھے۔ تو آپ کے فرزندِ اکبر، برادرِ محترم مولانا سید محمد باقر صاحب نقوی دام ظلہٗ نے عنانِ قلم سنبھالی۔ اور اصلاح کے صفحات شاہد ہیں کہ آپ نے سخت سخت دور اور مشکل سے مشکل حالات میں بھی رسالۂ اصلاح کے معیار کو گرنے نہ دیا بلکہ اپنی انتھک جدوجہد سے اُسے مسلسل چار چاند لگا رہے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب بھی آپ کی قلمی کاوشوں میں سے ایک اہم کاوش ہے جو پہلے لکھنو میں شائع ہو کر قبولیتِ عام حاصل کر چکی ہے۔ اور اب یہاں کے مومنین کے استفادہ

لیے محفلِ حیدری کراچی کی جانب سے پیش کی جا رہی ہے۔
جناب محمد وصی خاں صاحب لائقِ تحسین ہیں کہ انھوں نے اِس کتاب کی نشر و
اشاعت کا بیڑہ اٹھایا، اور اخی محترم کی اس گرانقدر تالیف کی اشاعت کے لیے مجھ سے
اجازت چاہی اور میں نے اخی محترم (مؤلفِ کتاب) کی جانب سے موصوف کو بخوشی خاطر
اجازت دی، پروردگارِ عالم موصوف کو اجرِ جمیل عطا فرمائے اور ان کی اس خدمت کو
قبولیت کا شرف بخشے۔
مومنین کو چاہیے کہ اس کتاب کی زیادہ سے زیادہ نشر و اشاعت میں ممدوح کے ساتھ
تعاون فرمائیں۔

فقط والسلام

(الحاج) سید رضی جعفر نقوی

خطیب شاہ کربلا ٹرسٹ رضویہ سوسائٹی

کراچی ۱۸

محفل فرزند رضا

۱۴- ایچ رضویہ سوسائٹی

کراچی - ۱۸ (پاکستان)

مخالفین اہلبیت، جب اہل بیتؑ کے مذہب و مسلک میں کوئی خامی نہ پاسکے تو انہوں نے پیروان اہلبیتؑ کو نت نئی تہمتیں لگائیں ایسی ایسی باتیں اُن کی طرف منسوب کیں جن کا کوئی صحیح الدماغ انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ سب سے بڑی تہمت یہ لگائی کہ شیعہ تمام صحابہ کو کافر قرار دیتے ہیں۔

ہم اس مسئلہ پر ذرا تفصیلی بحث کرنا چاہتے ہیں، اس لئے کہ یہ تہمت کہ شیعہ صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں اور انہیں کافر قرار دیتے ہیں کوئی معمولی بات نہیں، یہ شیعوں کے دشمنوں کا بہت کاری حربہ ہے، انہوں نے شیعیت کی روز افزوں اشاعت کی روک تھام اور شیعی عقائد کو نیست و نابود کرنے کے لئے اس حربہ سے بہت کام لیا۔ یہ تک نوبت آگئی تھی کہ شیعو کو کافر کہا جاتا اور اسلامی معاشرہ سے انہیں نکال باہر کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی۔

اگر بہ نظر انصاف دیکھا جائے تو صحابہ کے متعلق ہم شیعوں کی رائے انتہائی معتدل اور مناسب ترین رائے ہے اس لئے کہ ہم فرقہ غالیہ کی طرح نہ تو اتنی تفریط پر مائل کہ تمام صحابہ کو کافر قرار دیں نہ حضرات اہل سنت کی طرح ان سے اتنے خوش عقیدہ او افراط پر آمادہ کہ سب ہی پر ایمان لائیں اور ہر ایک کو معتمد و موثق سمجھ لیں۔

فرقہ کاملیہ اور انہیں جیسے لوگ قائل ہیں کہ تمام صحابہ کافر ہیں۔ حضرات اہل سنت سمجھتے ہیں کہ ہر وہ مسلمان جس نے پیغمبر کو دیکھا یا پیغمبرؐ کو بولتے سنا وہ عادل ہے۔۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ خالی خولی صحبت اگرچہ گونہ فضیلت رکھتی ہے مگر صرف صحابی ہونے کی وجہ سے کوئی شخص گناہوں سے محفوظ نہ ہوجائے گا۔ صحابہ بھی دوسرے ہی لوگوں جیسے تھے، ان صحابہ میں عادل صحابہ بھی تھے اور یہ بزرگ ترین افراد اور مجسمہ علم و عمل اشخاص اور انہیں میں باغی صحابہ بھی تھے اور انہیں میں گناہوں میں ڈوبے ہوئے منافقین بھی اور انہیں میں کچھ مجہول الحال لوگ بھی تھے۔

جو صحابہ عادل تھے ہم ان کی حدیثوں سے استفادہ کرتے ہیں ان کے قول و فعل کی تائید کرتے ہیں اور انہیں دنیا و آخرت میں دوست رکھتے ہیں، لیکن وہ صحابہ باغی تھے جنہوں نے وصی پیغمبرؐ نفس رسول اور قوت بازوئے پیغمبرؐ سے بغاوت کی نیز وہ تمام گنہگار و مجرم افراد جیسے ابن ہند، ابن نابغہ، ابن زرقا، ابن عقبہ، ابن ارطاۃ وغیرہ ان لوگوں کی کوئی عزت ہماری نگاہوں میں نہیں نہ ان کی حدیثوں کا کوئی وزن ہے۔

رہ گئے مجہول الحال افراد جن کے اچھے یا برے ہونے کا ہمیں علم نہیں ان کے متعلق ہم لوگ توقف سے کام لیتے ہیں جب تک ان کے حالات کی چھان بین نہ ہوجائے اور ان کا اچھا یا برا ہونا قطعی طور پر معلوم نہ ہوجائے ہم ان کی حدیثوں سے پرہیز کرتے ہیں۔

یہ ہے مسلک ہمارا ان صحابہ کے متعلق جو حاملین احادیث پیغمبرؐ ہیں جن سے پیغمبرؐ کے اقوال و افعال نقل کئے گئے ہیں۔

ہمارے اس طرز عمل پر کتاب الہٰی بھی ہماری موید ہے اور سنت نبوی بھی جیسا کہ اصول فقہ کی کتابوں میں یہ مسئلہ بہت تفصیل سے مذکور ہے البتہ جمہور مسلمین، ہماری طرح اصحاب کے مراتب میں فرق نہیں کرتے ان کے لئے صرف صحابی کی لفظ ہی سند ہے جن جن کے نام کے آگے صحابی کی لفظ لگی ہو ہر ایک کو مجسمہ تقدس و پرہیزگاری قرار دیتے ہیں ہر کہہ و مہ کی تقلید اور ہر اس مسلمان کی پیروی واجب سمجھتے ہیں جس نے پیغمبرؐ کو دیکھا ہو یا پیغمبرؐ کو ارشاد فرماتے سنا ہو۔

اتنے ہی پر بس نہیں کرتے بلکہ یہ جمہور مسلمین ان تمام لوگوں کو ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتے ہیں جو اس کورانہ تقلید میں اُن کے ہم خیال وہم نوا نہیں۔

جمہور مسلمین جب ہمیں دیکھتے ہیں کہ ہم بہت سے صحابہ کی حدیثیں اُن کے یقینی طور پر مجروح ہونے یا مجہول الحال ہونے کے سبب رد کر دیتے ہیں۔ تو کچھ نہ پوچھئے کہ اُن کی آتش غیظ و غضب ہمارے خلاف کتنی بھڑک اُٹھتی ہے وہ محض شریعت کے قاعدہ مقررہ کی سختی سے پابندی کرنے کے جرم میں ہمارے برخلاف طرح طرح کی بدگمانیوں کو دل میں جگہ دیتے ہیں اور نت نئے الزامات واتہامات ہمارے سر منڈھتے ہیں۔ رجماً بالغیب اور محض نادانی وجہالت کی بنا پر۔

اگر وہ ذرا بھی عقل وانصاف سے کام لیں اور شریعت کے مسلم الثبوت قوانین وقواعد کی طرف رجوع کریں تو اُنہیں اچھی طرح معلوم ہو جائے کہ "صحابی خواہ کیسا ہو وہ بہر حال عادل ہے" کا نظریہ کتنا مہمل اور واہیات نظریہ ہے اس نظریہ کا کوئی ثبوت ودلیل موجود نہیں۔ اگر قرآن مجید کا غائر نگاہوں سے مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلے کہ یہ منافقین کے ذکر سے چھلک رہا ہے صرف سورۂ سورۂ احزاب، سورۂ منافقون ہی کو لے لیجئے ان تینوں سورہ میں شروع سے آخر تک منافقین ہی کا تذکرہ ہے ان آیات پر غور کیجئے۔

الاعراب اشد کفراً ونفاقاً واجدر ان لا یعلموا حدود ما انزل اللہ علیٰ رسولہ ومن اھل المدینۃ مردوا علی النفاق لا تعلمھم نحن نعلمھم، لقد ابتغوا الفتنۃ من قبل وقلبوا لک الامور حتیٰ جاء الحق وظھر امر اللہ وھم کارھون وھموا بما لم ینالوا وما نقموا الا ان اغناھم اللہ ورسولہ من فضلہ۔

اب خدا کیلئے انصاف سے کہئے کہ پیغمبر کی آنکھ بند ہوتے ہی وہ منافقین کہاں چلے گئے۔ پیغمبر جب تک زندہ رہے ان منافقین نے آپ کا کلیجہ خون کر رکھا تھا۔ بہتیرے مواقع پر آپ کی جان لینے کی انہوں نے کوششیں کیں۔ آپ کو اچھی طرح معلوم ہے کہ جب پیغمبر غزوہ حدیبیہ کے لئے مدینہ سے تشریف لے گئے تھے تو ایک ہزار مسلمان ہمراہ تھے لیکن حدیبیہ پہونچنے سے پہلے ہی تین سو منافقین راستہ ہی سے پلٹ گئے بقیہ جو سات سو اصحاب آپ کے ہمراہ حدیبیہ تک پہونچے ان میں بھی اچھی خاصی تعداد منافقین کی رہی ہوگی اور وہ بدنامی و رسوائی کے ڈر سے واپس نہ ہوئے ہونگے۔ فرض بھی کرلیا جائے کہ بقیہ سات سو میں کوئی منافق نہیں تھا پھر بھی ہزار میں تین سو منافقین کا تناسب ہی کیا کم لائق ماتم ہے۔

اس سے یہ بات بالکل آئینہ ہوجاتی ہے کہ نفاق پیغمبر کے زمانہ ہی میں عام تھا لہذا کیونکر ممکن ہے کہ پیغمبر کی آنکھ بند ہوتے ہی تمام منافقین یک لخت نیست و نابود ہوگئے ہوں اور آپ کی رحلت کے بعد جتنے بھی صحابی بچے وہ سب کے سب مجسمۂ ایمان و یقین اور نمونۂ عدالت بن گئے ہوں۔

کیا معاذ اللہ پیغمبر کی زندگی منافقین کے نفاق کا سبب اور آپ کی موت ان کے ایمان و عدالت اور ان کے تمام خلائق سے افضل و بہتر ہوجانے کا ذریعہ تھی؟ پیغمبر کی آنکھ بند ہوتے ہی چشم زدن میں ان کی انقلاب ماہیت کیسے ہوگئی؟ کہ جب تک پیغمبر کی سانسیں آتی جاتی رہیں ان کا شمار منافقین میں ہوتا رہا اور ان پر خدا کی لعنتوں کی بوچھار ہوتی رہی اور ادھر پیغمبر کا تار نفس ٹوٹا ان پر فضل و شرف کی ایسی بارش ہوئی کہ اب ان کی بابت لب کشائی ناجائز ان کی تدح ناممکن اور انہوں نے بڑے بڑے جرائم اور ہولناک معاصی جو کئے ان پر حرف گیری حرام ان ہٹ دھرمیوں کی کوئی مناسب وجہ بتائی جاسکتی ہے؟ اور اس قسم کے دعوؤں پر

کتاب یا سنت یا اجماع یا قیاس سے کوئی دلیل بھی پیش کرنا ممکن ہے ؟

اگر ہم منافقین کو منافقین ہی کہیں اور ان کی اصل حقیقت کا انکشاف کریں تو اس سے ہمیں کیا نقصان پہونچے گا۔ آخر ہزاروں ہزار سچے صحابہ مومنین کاملین بھی تو تھے ان کے رہتے ہوئے ہمیں ان منافقین کی احتیاج ہی کیا۔ جب ہم قول و فعل رسولؐ، مجسمہ علم و عمل اصحاب، مخلصین مومنین کے ذریعہ حاصل کر سکتے ہیں تو منافقین کی طرف نظر کرنے کی ضرورت ہی کیا ؟ صحبت عام لفظ ہے مومن کو بھی شامل ہے اور منافق کو بھی نیکوکار کو بھی اور بدکار کو بھی جیسا کہ خود پیغمبرؐ خدا نے اس کی صراحت کی ہے۔

ماوردی بیان کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں پیغمبرؐ پیاسے ہوئے اس پر منافقین نے کہنا شروع کیا۔ محمدؐ آسمان کی خبریں تو بیان کرتے ہیں مگر انہیں پانی تک پہونچنے کی سبیل معلوم نہیں۔ جبرئیل امین نے آکر پیغمبرؐ خدا کو ان منافقین کے نام بتائے آنحضرتؐ نے سعد بن عبادہ سے اس کی شکایت کی۔ سعد نے کہا۔ حضورؐ اگر اجازت دیں تو ان سب کی گردنیں اڑا دی جائیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا نہیں لوگ یہی کہیں گے کہ محمدؐ خود اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں ہم ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے جب تک وہ ہمارے ساتھ رہیں۔

جنگ خیبر میں مسلمانوں کے لشکر کا ایک شخص مر گیا۔ پیغمبرؐ خدا نے اس کی نماز جنازہ پڑھنے سے پرہیز کیا اور اس کی وجہ یہ بیان کی کہ اس نے راہِ خدا میں خیانت کی ہے اس کے سامان کی تلاشی لی گئی تو ایک ہار ملا جو اس نے یہودیوں کے مال سے لوٹا تھا۔

تو صرف صحابیت نہ تو عصمت پیدا کرنے کی ضامن ہے اور نہ عادل بنانے کو کافی جس کا جیسا عمل ہوگا ویسا اس کا درجہ ہوگا۔ اگر صرف صحابیت گناہوں سے محفوظ بنا دینے والی ہوتی تو ان لوگوں کو بھی بنا دیتی جو نفاق میں سرگرم اور فتنہ و فساد میں ہر وقت کوشاں رہتے تھے جنہوں نے پیغمبرؐ کی تدبیریں الٹ پلٹ

یں

اور پیغمبرؐ سے غداری کی ۔

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ صحابہ پیغمبرؐ کی یہ کیسی عصمت تھی اور کب وہ عصمت اُن میں آئی ؟ کیا پیغمبرؐ کی زندگی ہی میں اُن میں عصمت آگئی تھی ؟ یا پیغمبرؐ کی آنکھ بند ہونے کے بعد سب کے سب دفعتہً درجہ عصمت پر فائز ہو گئے تھے ؟

دونوں ہی صورتیں غلط ہیں ہزاروں شواہد موجود ہیں کہ پیغمبرؐ کی زندگی میں بہتیرے صحابہ بڑی سے بڑی خطاؤں کے مرتکب ہوئے ۔

(۱) ایک شخص پیغمبرؐ کی خدمت میں کتابت پر معین تھا اس کی کیفیت یہ تھی کہ پیغمبرؐ اسے لکھواتے غفوراً رحیماً تو وہ لکھ دیتا علیماً حکیماً اگر کہتے علیماً حکیماً لکھو تو وہ لکھ دیتا سمیعاً بصیراً اس نے لوگوں سے کہا میں محمد مصطفےٰؐ سے زیادہ عالم ہوں ۔ وہ شخص مر گیا ۔ پیغمبرؐ نے فرمایا زمین اس کو قبول نہیں کرے گی ۔ انس بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے ابوطلحہ نے بیان کیا جہاں وہ شخص دفن ہوا تھا میں دیکھنے گیا ، دیکھا تو وہ زمین سے باہر نکلا پڑا تھا ۔ لوگوں سے پوچھا کہ یہ کیا قصہ ہے لوگوں نے بتایا کہ ہم نے اس شخص کو کئی دفعہ دفن کیا ہر مرتبہ زمین نے اسے پھینک دیا ۔

(۲) بیہقی نے عبداللہ الاشعری کے سلسلے سے ابوداؤد سے روایت کی ہے ، ابودرداء کہتے ہیں کہ پیغمبرؐ خدا سے میں نے عرض کیا حضورؐ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ فرمایا کرتے ہیں کہ کچھ لوگ ایمان لانے کے بعد مرتد ہو جائیں گے ۔ پیغمبرؐ نے فرمایا ہاں مگر تم ان لوگوں میں نہیں ہو ۔

(تاریخ ابن کثیر جلد ۶ صفحہ ۲۰۷)

حیرت کی بات یہ ہے کہ بعض لوگوں نے اس روایت کی توجیہہ یہ کی ہے کہ ان مرتد ہو جانے والوں سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے حضرت عثمان کو قتل کیا اور ابودرداء قتل عثمان سے پہلے ہی مر چکے تھے ۔ اگر یہ توجیہہ صحیح مان لی جائے تو اس

یہ مطلب ہوگا کہ سینکڑوں ہی صحابہ مرتد ہوگئے تھے کیونکہ حضرت عثمان کی ہلاکت میں سینکڑوں صحابہ کی شرکت تھی انگلیوں پر گنے جانیکے لائق چند صحابہ ایسے بچے ہونگے جنھوں نے قتل عثمان میں شرکت نہ کی ہو۔ (تفصیل کیلئے دیکھیے حضرت امیرالمومنین حضرت ثانیہ) اس تاویل کی بناء پر بے شمار صحابہ مرتد قرار پائیں گے۔

(۳) ولید بن عقبہ بن ابی معیط بھی ایک صحابی تھا جس کا اللہ نے نام ہی رکھ دیا تھا فاسق۔ پیغمبرؐ نے اُسے بنی مصطلق سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے روانہ کیا۔ اس نے واپس آکر پیغمبرؐ کو خبر دی کہ بنی مصطلق تیار ہو کر مجھ سے لڑنے کے لئے نکلے۔ پیغمبرؐ نے چاہا کہ لشکر تیار کر کے بنی مصطلق کی طرف روانہ کریں کہ آیت اتری۔

یا ایھا الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنباءٍ فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ۔

اے ایمان لانے والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو پہلے اچھی طرح سوچ سمجھ لو ایسا نہ ہو کہ اپنی نادانی کی وجہ سے تم کسی قوم کو مبتلائے مصیبت کردو۔

یہ فاسق بھی صحابہ میں شمار کیا جاتا ہے اور فاسق عادل کیسے ہو سکتا ہے؟

(تفسیر ابن کثیر جلد ۴ ص۲۱۱)

(۴) بنی سلمہ سے ایک شخص تھا جد بن قیس یہ بھی صحابی تھا اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

ومنھم من یقول ائذن لی ولا تفتنی الا فی الفتنۃ سقطوا وان جھنم لمحیطۃ بالکافرین۔

(سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ ص۳۲۲)

(۵) کچھ صحابی ایسے بھی تھے جنھوں نے مسجد ضرار بنائی تھی جن اوقات میں پیغمبرؐ

پاس پہونچنا دشوار ہوتا۔ یہ لوگ اس مسجد میں ظاہراً نماز پڑھا کرتے تھے لیکن خداوند عالم نے اُن کا بھید ظاہر کردیا اور وضاحت کی کہ یہ لوگ منافق ہیں اُن لوگوں کے متعلق آیت اتری ۔ والذین اتخذوا ۔ الخ

یہ بارہ منافق تھے جن میں خدام بن خالد بن عبید بھی تھا اسی کے گھر میں مسجد بنی تھی اور یعتب بن قشیر ابو حبیبہ بن ابی الازعر وغیرہ تھے ابن کثیر نے اپنی تفسیر جلد ۲ صفحہ ۳۸۸ پر اور دیگر مفسرین نے اپنی تفسیروں میں اُن کا ذکر کیا ہے ۔ (سیرۃ ابن ہشام جلد ۱ صفحہ ۳۴۱)

(۶) ایک شخص تھا ثعلبہ بن حاطب بن عمرو بن امیہ یہ جنگ احد میں بھی شریک تھا اس نے اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دی اس پر یہ آیت اُتری :-

منهم من عاهد الله لئن اتانا من فضله لنصدقن ولنكونن من الصالحين فلما اتاهم الله من فضله بخلوا به وتولوا وهم معرضون (استیعاب برحاشیہ اصابہ جلد ۱ صفحہ ۲)

یہ ثعلبہ پیغمبرؐ کے صحابی اور نماز کے بڑے پابند تھے بہت مفلس و نادار ۔ پیغمبرؐ سے عرض کی خداوند عالم سے دعا فرمائیے کہ ہمیں مال عنایت کرے ۔ پیغمبرؐ نے فرمایا ۔ کم مال جس پر تم خدا کا شکر ادا کرو ۔ زیادہ مال سے بہتر ہے جسے تم برداشت نہ کر سکو ۔ ثعلبہ نے عرض کی قسم اس ذات کی جس نے آپ کو نبی بنایا اگر خداوند عالم نے مجھے دولت عنایت کی تو میں ہر حقدار کو اس کا حق ادا کردونگا پیغمبرؐ نے دعا فرمائی کہ خداوندا ثعلبہ کو دولت عنایت فرما ۔ پیغمبرؐ کی دعا کی بدولت ثعلبہ مالدار ہوا دولت کی انتہا نہ رہی لیکن اس نے زکوٰۃ ادا نہیں کی اور منافق قرار دیا گیا ۔

(۷) ذوالثدیہ کا شمار بھی پیغمبرؐ کے اصحاب میں ہے یہ شخص ایسا عابد و زاہد تھا کہ لوگوں کو اس کی عبادت اور اجتہاد پر تعجب آتا تھا ۔ پیغمبرؐ نے

اس کے قتل کا حکم دیا اور فرمایا اس کے چہرے پر شیطان کی جھلک ہے۔ پہلے حضرت ابوبکر کو بھیجا کہ جا کر قتل کر آؤ۔ حضرت ابوبکر نے دیکھا کہ وہ شخص نماز پڑھ رہا ہے واپس پلٹ آئے حضرت عمر بھیجے گئے انہوں نے بھی قتل نہیں کیا۔ تب پیغمبرؐ نے حضرت علیؑ کو بھیجا آپ جب پہونچے تو وہ جا چکا تھا۔

(اصابہ جلد ا صـ ۴۲۹)

یہی شخص خوارج کا سرغنہ تھا اور جنگ نہروان میں حضرت علیؑ نے اُسے قتل کیا

(۸) کچھ اور لوگ تھے جو صحابی کے نام سے یاد کئے جاتے تھے یہ لوگ سویلم کے گھر میں اکٹھا ہو کر لوگوں کو رسول اللہ کے خلاف سازش کرتے پیغمبرؐ نے وہ گھر جلوا دیا۔ (سیرۃ ابن ہشام جلد ا صـ ۳۳۱)

(۹) ایک صحابی تھے قرمان بن حرث جنگ اُحد میں شریک ہوئے پیغمبرؐ کی طرف سے بڑی شدید جنگ کی اصحاب نے کہا۔ آج قرمان نے جو کارنمایاں کیا ہے کسی نے نہیں کیا۔ پیغمبرؐ نے فرمایا لیکن وہ جہنمی ہیں جب وہ زخموں سے چور ہو کر گرے اور لوگوں نے کہا۔ ابوالغیداق جنت مبارک ہو تو انہوں نے کہا کیسی جنت، ہم نے تو محض خاندانی عز و شرف کے نام پر جنگ کی ہے۔ (اصابہ جلد ۳ صـ ۲۳۷)

(۱۰) حکم بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بھی صحابی تھا جس پر پیغمبرؐ نے لعنت فرمائی تھی اور مدینہ سے نکال باہر کیا تھا یہ مروان کا باپ اور حضرت عثمان کا چچا تھا۔

فاکہی نے بسلسلۂ اسناد زہری اور عطاء خراسانی سے روایت کی ہے کہ پیغمبرؐ کے کچھ اصحاب حاضر خدمت ہوئے۔ پیغمبرؐ اس وقت حکم پر لعنت فرما رہے تھے لوگوں نے قصہ پوچھا تو آں حضرت نے فرمایا۔ میں گھر میں اپنی فلاں بیوی کے پاس تھا یہ دیوار کے شگاف سے جھانک رہا تھا۔

ایک مرتبہ پیغمبرؐ حکم کی طرف سے گزرے۔ حکم آپ کی طرف گستاخانہ اشارے کرنے لگا۔ پیغمبرؐ نے پلٹ کر دیکھا بددعا فرمائی خداوندا! اسے چھپکلی بنا دے۔

(اصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۴۶)

حضرت عائشہ کی روایت میں ہے۔ آپ نے مروان سے فرمایا تھا، میں گواہی دیتی ہوں کہ پیغمبرؐ خدا نے تمہارے باپ پر لعنت کی تھی اور اس وقت تم اس کی صلب میں تھے۔

(۱۱) حضرت عائشہ کے متعلق کثیر بن مرہ کی روایت خود حضرت عائشہ سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ پیغمبرؐ خدا نے مجھ سے ایک مرتبہ کہا۔ عائشہ مجھے کھانا کھلاؤ۔ حضرت عائشہ نے کہا ہمارے پاس کچھ نہیں۔ حضرت ابوبکر نے کہا۔ ایماندار عورت یہ قسم نہیں کھاتی کہ ہمارے پاس کچھ نہیں۔ پیغمبرؐ نے فرمایا، یہ تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ ایماندار ہیں۔ عورتوں میں ایماندار عورت کا ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے کوؤں میں سپید کوا۔ (علل الحدیث ابن ابی حاتم جلد ۱ صفحہ ۴۳۹)

(۱۲) امام نسائی نے اپنی صحیح سنن نسائی میں عبداللہ بن عباس سے قول باری تعالیٰ:۔

ولقد علمنا المستقدمین منکم ولقد علمنا المستاخرین کے شان نزول کے متعلق روایت کی ہے کہ ایک انتہائی حسین و جمیل عورت رسول اللہ کے پیچھے نماز پڑھا کرتی تھی بعض لوگ آگے کھڑے ہوتے تاکہ اس عورت پر نظر نہ پڑے بعض لوگ اسے تاکنے کے لئے پیچھے کی صف میں کھڑے ہوتے تھے اور رکوع کرتے وقت بغل سے جھانکا کرتے۔

(۱۳) امام احمد نے عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن عباس سے بسلسلہ اسناد روایت کی ہے کہ ان دونوں نے پیغمبرؐ خدا کو ارشاد فرماتے سنا وہ لوگ جماعت چھوڑنے

سے باز رہیں ورنہ خداوند عالم ان کے دلوں پر مہر کر دے گا اور ان کا نام غافلوں میں لکھ دے گا۔ (مسند جلدہ صفحہ ۴)

(۱۴) امام احمد نے مسند میں عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنے اصحاب سے فرمایا۔ میں تم لوگوں سے پہلے حوض کوثر پر پہونچوں گا کچھ لوگوں سے نزاع کروں گا پھر اُن پر غالب آجاؤں گا پھر اپنے پروردگار سے عرض کروں گا۔ خداوندا! میرے اصحاب۔ خداوند عالم جواب دے گا تمہیں کیا پتہ کہ ان اصحاب نے تمہارے بعد کیا کیا۔ (مسند احمد جلدہ صفحہ ۲۳۱)

ترمذی نے پیغمبرؐ سے روایت کی ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا، میرے دائیں سے کچھ اصحاب پکڑے جائیں گے کچھ میرے بائیں سے۔ میں عرض کروں گا۔ خداوندا! یہ میرے اصحاب ہیں اس پر خداوندِ عالم جواب دے گا تمہیں معلوم نہیں ان لوگوں نے تمہارے بعد کیا کیا حرکتیں کیں جب سے تم ان سے جدا ہوئے یہ برابر الٹے پیروں پھرتے ہی گئے اُس وقت میں وہی فقرہ کہوں گا جو عبد صالح حضرت عیسیٰ فرمائیں گے۔ ان تعذبھم فانھم عبادک۔ اگر ان لوگوں پر تو عذاب کرے تو یہ تیرے بندے ہیں۔ (صحیح ترمذی جلد ۲ صفحہ ۶)

امام مسلم نے حضرت عائشہ سے ان لفظوں میں روایت کی ہے کہ پیغمبرؐ خدا نے فرمایا۔ میں حوض کوثر پر منتظر رہوں گا کہ تم میں سے کون کون میرے پاس آتا ہے۔ خدا کی قسم کچھ لوگ زبردستی میرے پاس آنے سے روک دیئے جائیں گے میں عرض کروں گا خداوندا! ...... (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۶۵)

امام مسلم نے جناب ام سلمہ کے واسطہ سے بھی اسی مضمون کی حدیث روایت کی ہے۔ (صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۶۷)

کہاں تک مثالیں ذکر کی جائیں اتنے ہی مثالوں سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے ہر صحابی عادل نہیں ہوتا۔

بیشک صحابیت بہت بڑی فضیلت ہے لیکن یہ صحابیت معصوم نہیں بنا دیتی۔ صحابہ میں بہت سے عادل نیکوکار صداقت شعار بھی تھے یہی لوگ علمائے امت اور حاملین حدیث تھے اور انہیں میں مجہول الحال بھی تھے منافقین بھی صاحبین جرائم بھی جیسا کہ خداوند عالم نے خبر دی ہے :-

وممن حولک من الاعراب منافقون من اهل المدينه مردوا على النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم سنعذبهم مرتين ثم يردون الى عذاب عظيم ـ

اور تمہارے اطراف کے گنوار دیہاتیوں میں سے بعض منافق (بھی) ہیں اور خود مدینہ کے رہنے والوں میں سے بھی بعض منافق ہیں جو نفاق پر اڑ گئے تم ان کو نہیں جانتے مگر ہم ان کو خوب جانتے ہیں عنقریب ہم دنیا ہی میں اُن کی دوہری سزا کریں گے پھر یہ لوگ قیامت میں ایک بڑے عذاب کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ (سورہ توبہ آیت ۱۰۱)

انہیں میں سے ایسے لوگ بھی تھے جو پیغمبرؐ کو اذیت پہونچایا کرتے :-

والذين يؤذون رسول الله لهم عذاب اليم ـ جو لوگ خدا کے رسولؐ کو اذیت پہونچائیں گے اُن پر دردناک عذاب ہوگا۔

اُنہیں لوگوں میں سے وہ بھی تھے جن کے متعلق ارشاد الہٰی ہے :-

الذين يخادعون الله وهو خادعهم واذا قاموا الى الصلوٰة قاموا كسالىٰ يراؤن الناس ولا يذكرون الله الا قليلا مذبذبين بين ذالك لا الىٰ هولاء ولا الىٰ هولاء ومن يضلل الله فلن تجد له سبيلاً ـ

کتاب خدا ایسے لوگوں کی موجودگی بھی ثابت کرتی ہے جو رسول اللہ کا ارشاد سنتے تھے لیکن خداوند عالم نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی تھی کیونکہ وہ ہوا و ہوس کے پیرو تھے۔ارشاد ہوتا ہے :۔

ومنھم من یستمع الیک حتی اذا خرجوا من عندک قالوا للذین اوتوا العلم ماذا قال انفاً اولئک الذین طبع اللہ علی قلوبھم واتبعوا اھوائھم۔

اسی طرح ایسے لوگوں کی موجودگی کی بھی خداوند عالم نے صراحت کی ہے جن کے دلوں میں مرض تھا جو زمین میں فساد پھیلایا کرتے اور قطع رحم کیا کرتے

اولئک الذین لعنھم اللہ فاصمھم واعمی ابصارھم افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوبھم اقفالھا۔

کاش کوئی بتانے والا ہمیں بتائے کہ پیغمبر خدا کی آنکھ بند ہونے کے بعد یہ صحابہ کیا ہوئے کہاں چلے گئے جنھوں نے رسول خدا کی زندگی تلخ کر دی تھی کیا پیغمبرؐ کی آنکھ بند ہوتے ہی ان کی کایا پلٹ گئی ؟ وہ منافق سے مومن بن گئے شک سے نکل کر یقین میں آگئے مفسد کے بجائے مصلح ہو گئے ان عادل صحابہ کی صفوں میں داخل ہو گئے جن کے نفوس کی خلقت ہی ہوئی زہد و ورع پر اور عفت نفس، علم و عمل اور راہ خدا میں فداکاری جن کی خمیر میں داخل تھی جن کے متعلق خداوند عالم کا ارشاد ہے :۔

اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا

سجدا یبتغون فضلاً من اللہ ۔ (سورہ فتح آیت ۲۹)

انما المؤمنون الذین آمنوا باللہ ورسولہ ثم لم یرتابوا وجاھدوا باموالھم وانفسھم فی سبیل اللہ اولئک ھم الصادقون (سورہ حجرات آیت ۱۵)

انہیں لوگوں کی اتباع و پیروی کا خداوند عالم نے حکم دیا ہے ۔

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ وکونوا مع الصادقین

اے ایمان لانے والو ، خدا سے ڈرو اور صادقین کے ساتھ ہو جاؤ

ہم اپنے دین و مذہب میں کسی قسم کے شک و شبہ میں مبتلا نہیں نہ ہم صحابہ مراتب میں فرق و تمیز کرنے میں ارشاد خداوند عالم کے مخالف ہیں ۔صحابہ جو افراد صداقت شعار تھے ہم ان کی پیروی کرتے ہیں جو صحابہ مذکورہ ت حسنہ سے متصف تھے ۔انہیں دوست رکھتے ہیں البتہ ہم ان صحابہ کو ل اعتماد نہیں سمجھتے جنہوں نے خدا و رسول سے خیانت کی ایسے لوگوں کی ری دین و مذہب کے ساتھ ظلم بھی ہے اور خیانت بھی ۔

ہم ظالم صحابہ پر اعتماد نہیں کرتے نہ ان لوگوں کو دوست رکھتے ہیں جنہوں خدا و رسول کے ساتھ دشمنی کی ۔

ہمارا شکوہ

جذبات کو انسان کے اقوال و افعال میں بڑی حد تک دخل ہوتا ہے ' جذبات کے اسیر انسان کا آزادی رائے اور سلامتی کر سے بہرہ ور ہونا بہت مشکل ہے ۔ اس میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہوتی کہ ت کی پہنائی ہوئی زنجیروں سے اپنے کو آزاد کر سکے ۔

یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ اہل بیتؑ سے بہت سے لوگوں کی ستگی جذبات اور تعصب کی وجہ سے تھی ، ان میں بہت سے تو ایسے تھے ،

جو حق جانتے ہوئے غلط بات زبان سے نکالتے تھے، بہت سے ایسے تھے
جھوٹے پروپیگنڈوں اور سازشی باتوں سے متاثر تھے۔ انہوں نے جیسے حالا
دیکھے ویسے ہی رنگ اختیار کئے۔ بہت سے بین بین تھے لیکن یہ لوگ ہر
کی تاویل کرتے اور اپنی تاویلات پر انہیں اصرار بھی تھا۔

اس امر میں کوئی کلام نہیں کہ اُس زمانہ کی حکومتیں اہل بیت سے برسر
پرخاش رہا کرتیں۔ اہل بیت کے طرفداروں کو کچلتیں، عوام الناس کو مختلف حیل
سے دھوکہ دے کر اہل بیت کی دشمنی وعداوت پر مجبور کرتیں۔ یہ ایسے حقائق
جو محتاج بیان نہیں۔ تاریخ کے اوراق گواہ ہیں کہ کن کن طریقوں سے ارباب حکو
نے عداوت کی آگ بھڑکائی اور مسلمانوں کو ایک دوسرے کا دشمن بنایا اس
دشمنانِ اسلام اور ان لوگوں نے غنیمت سمجھا جو اسلام کو نقصان پہونچانے کیلئے
طور پر حلقہ اسلام میں داخل ہو گئے تھے ان لوگوں نے اختلافات کی خلیج کو کافی
کیا اور جب کھلم کھلا اسلام کو زک پہونچانے سے عاجز رہے تو اپنی سازشی کا
اور ریشہ دوانیوں سے مقصد براری کی کوشش کی انہیں سب باتوں کی و
یہ جھگڑے پیدا ہوئے۔

یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ مختلف فرقوں کے افراد اور تعصب میں ڈوبے ہو
لوگ اپنے مخالفین کی طرف ایسی باتیں منسوب کر کے بیان کرتے ہیں جن کا اُن مخا
کو وہم و گمان بھی نہ ہوا ہوگا۔ اسی طرح شیعوں کے متعلق بھی بہت سی افترا پردا
کی گئیں بہت سی باتیں ان کی طرف منسوب کر کے بیان کی گئیں

جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شیعوں سے دشم
اظہار واجب سمجھا جانے لگا۔ بادشاہ کا تقرب حاصل کرنے اور اس کے انعامات
کرنے کے لئے نثر و نظم میں شیعوں کی مذمت کی جاتی ان کی مذمت و منقصت

پوری کتابیں لکھ ڈالی جائیں ۔جس طرح بہت سے لوگوں نے محض سلامتی کی
طر اور اس ڈر سے کہ کہیں ہمیں بھی کفر و زندقہ کی تہمت نہ لگا دی جائے شیعوں
سے بے تعلقی کا اظہار کیا ۔ پوری احتیاط برتی کہ ذرہ برابر بھی شیعوں کی طرف
میلان ظاہر نہ ہونے پائے اس لئے کہ شیعہ حکومت کے دشمن تھے اور مستبدانہ
ست کے مخالف تھے حکومت انہیں ہمنوا بنانے یا اُن کے محکم عقائد کو تبدیل کرنے میں
ہار چکی تھی ۔شیعہ طرح طرح کی مصیبتوں میں مبتلا ہوتے ۔حق کی تبلیغ و اشاعت
میت کی متابعت اور ظالموں سے اپنی بے تعلقی ظاہر کرنے کیلئے جان پر کھیل جاتے۔
لیکن اب وہ زمانہ بدل چکا ہے ۔عقائد سے کھیلنے اور صاحبان حرص و ہوس
ھلونا بن کر اُن کے مقاصد کی تکمیل کے لئے جنگ و جدال کرنے کا دن نہیں ۔ہم
کل زمانہ میں ہیں جو آزادیٔ فکر کا زمانہ ہے ،کیا ہمارے لئے یہ بات کسی طرح
سب ہو سکتی ہے کہ ہم اسی قدیمی تعصب کو سینہ سے لگائے اور وہی فرقہ وارانہ
ے الاپتے رہیں ۔
کیا ذوق سلیم کا یہ تقاضہ نہیں کہ ہم ان نعرہ بازیوں سے پرہیز کریں جو کمزور
اور جامد فکر والوں نے اختیار کر رکھے تھے جو شیعوں کے متعلق مہمل سے
ل باتیں کہتے اور غلط سے غلط باتیں ان کی طرف منسوب کر کے لکھتے کیا حق
انصاف یہ نہیں کہ جو بات کہی جائے اس کے متعلق غور کر لیا جائے کہ صحیح بھی ہے یا
ں ۔
اس میں شک نہیں کہ شیعوں پر یہ الزام کہ وہ صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں اور
صحابہ کو کافر سمجھتے ہیں انتہائی غلط اتہام اور محض تعصب و فرقہ وارانہ ذہنیت
مظاہرہ ہے ۔
گذشتہ زمانہ کے ارباب حکومت کی ذہنیتیں عالم آشکارا ہو چکی ہیں جنہوں نے

لوگوں کو آزادیٔ رائے سے محروم کر رکھا تھا اور جو عقائد میں دخل دیا کرتے
جس کا نتیجہ یہ تھا کہ لوگ حکومت کے دماغ سے سوچتے اور حکومت کی آنکھ سے دیکھ
اور انہیں عقائد کے معتقد ہوتے جو حکومت مقرر کر دیا کرتی۔

شیعہ اپنی آزادیٔ فکر میں مشہور تھے اور وہ ان پابندیوں کو خاطر میں نہ
لائے جو ارباب حکومت نے اپنے خصوصی اغراض کے تحت عائد کی تھیں۔ حکومت،
لوگوں کو سختی سے ممانعت کر دی تھی کہ صحابہ کے باہمی اختلافات و مناقشات کا
ذکر نہ کریں ان حدیثوں کی روک تھام بھی کر دی تھی جن میں ان اختلافات کا
تھا۔ انہوں نے ہر اس شخص کو جسے صحابیت کا شرف حاصل تھا عصمت کا درجہ
رکھا تھا اور جو شخص اس کی مخالفت کرتا اس کے لئے وہی سزائیں مقرر کر رکھی تھیں
جو زندقہ، الحاد اور عقیدہ کی خرابی کی سزا تھی۔ غرض محض یہ تھی کہ مسلمانوں
میں فکر و نظر والے جو افراد ہیں اُن کا خاتمہ ہو جائے نہ جانے کتنے صاحبان علم
حاملین حدیث اس اتہام کی بھینٹ چڑھے اور انہیں اپنی جان و مال سے ہا
دھونا پڑا۔

شیعوں کی آخر خطا بھی کیا تھی۔ کیا انہوں نے محض صحابہ کے افعال
کر کے کتاب و سنت کے حدود سے تجاوز کیا تھا جبکہ وہ افعال شریعت کے
ایسے علانیہ مخالف تھے کہ نہ تاویل ہی ممکن تھی نہ چشم پوشی، صحابیت صحا
احکام شریعت میں تصرف کرنے کا حق تو نہیں دے سکتی تھی۔ اور نہ حدود
کی مخالفت ہی ان کے لئے جائز بنا سکتی تھی۔ صریح نص کے مقابلہ میں اجتہا
کا سوال ہی نہیں جو یہ کہہ دیا جائے کہ انہوں نے اجتہاد کیا تھا۔ نص صریح
مقابلہ میں اجتہاد درحقیقت احکام کی خلاف ورزی اور کتاب و سنت
پس پشت ڈال دینا ہے۔ ان صحابہ میں بہت سے ایسے بھی تھے جن کا اس

رانا نہیں بنا تھا، انہیں پیغمبرؐ کی صحبت کے صرف چند دن نصیب ہوئے تھے
ن کے نفوس بہت سی باتوں کے خوگر تھے برسوں کی پڑی ہوئی عادتیں ایک دو
ن میں چھوٹ نہیں جایا کرتیں انسانی فطرت برائیوں پر فریفتہ ہوتی ہے خطا و
لغزش انسان کی فطرت میں داخل ہے ان کے اعمال کی چھان بین اور علمی روشنی
میں ان کی جانچ کا یہ مطلب نہیں کہ سب ہی صحابہ پر طعن کی جارہی ہے ہمارا مقصد
محض حقائق کا سمجھنا ہوتا ہے اور یہ تمیز کرنا کہ کون کس درجہ پہ فائز تھا اور کون
کس درجہ پہ۔

یہ تو بالکل نامنصفانہ بات ہے کہ سب ہی کو وہ درجہ دے دیا جائے جو
یقین کا درجہ تھا جن کے دلوں میں ایمان راسخ تھا جنہوں نے اسلام کی اشاعت
، عدل کے پرچم لہرائے صحیح عقائد اسلامی کی تبلیغ کی اور راہ خدا میں خلوص
نیت سے اپنی جان و مال سے جہاد کیا۔

پیغمبر خدا کا ارشاد ہے :۔

انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ مانوی فمن
کانت ھجرتہ الی اللہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ
ومن کانت ھجرۃ للدنیا یصیبھا او امرأۃ یتزوجھا
فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ ۔

تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے جس کی جو نیت ہوگی وہ پائیگا
جس نے خدا ورسولؐ کی طرف ہجرت کی ہوگی اس کی ہجرت خدا و
رسول کی طرف ہوگی اور جس کی ہجرت دنیا پانے یا کسی عورت سے
شادی کرنے کے لئے ہوگی تو اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف سمجھی جائیگی
جس کی طرف کی ہے (صحیح مسلم جلد ۶ ص ۴۸)

صحابہ نے پیغمبرِ خدا سے پوچھا یا رسول اللہ کیا ہمارے ان افعال کی بھی باز پرس ہوگی جو ہم نے اسلام سے پہلے کئے تھے پیغمبرِ خدا نے فرمایا :-

جس نے اسلام لانے کے بعد اچھے اعمال کئے اس سے تو کوئی باز پرس نہ ہوگی جس نے اسلام لانے کے بعد بُرے افعال کئے اس سے جاہلیت کے زمانہ کے گناہوں کا بھی محاسبہ ہوگا اور اسلام لانے کے بعد کے گناہوں کا بھی۔ (صحیح مسلم جلد ۱ ص ۷۷)

صہیب سے مرفوعاً منقول ہے :-

ما آمن بالقرآن من استحل محارمه (صحیح ترمذی جلد ۲ ص ۱۵۱)

جس نے قرآن کی حرام کی ہوئی چیز کو حلال سمجھا وہ قرآن پر ایمان نہیں دیا۔

انہیں صہیب سے یہ بھی روایت ہے کہ :-

من احسن فی الاسلام لم یوخذ بما عمل فی الجاهلیة ومن اساء فی الاسلام اخذ فی الاول والآخر۔ (صحیح مسلم جلد ۱ ص ۷۷)

جس نے اسلام لانے کے بعد اچھے اعمال کئے اس سے جاہلیت کے گناہوں کی باز پرس نہ ہوگی اور جس نے اسلام لانے کے بعد بھی بُرے اعمال کئے اس سے جاہلیت اور اسلام دونوں ہی کے گناہوں کی باز پرس ہوگی۔

عبداللہ بن عمر سے منقول ہے کہ پیغمبرِ خدا نے منبر پہ بآوازِ بلند فرمایا :-

اے ایسے لوگو! جو زبان سے اسلام لائے اور دل میں ایمان کا گزر نہیں ہوا مسلمانوں کو اذیت نہ دو نہ انہیں کوئی عیب لگاؤ نہ اُن کی لغزشوں کی کھوج کرو جس نے اپنے مسلمان بھائی کی

لغزش تلاش کی خدا بھی اُس کی لغزش ڈھونڈے گا چاہے وہ اپنے پالان کے جوف ہی میں کیوں نہ چھپا ہو۔

(صحیح ترمذی جلد۱ صـ۳۶۵)

غرضکہ آیات قرآن مجید اور احادیث پیغمبرؐ کی روشنی میں یہ امر پوری طرح واضح ہے کہ صحابہ اور غیر صحابہ قوانین اسلام کی پابندی میں برابر تھے احکام اسلام سب ہی کو شامل ہیں۔ عدالت کا ثبوت عمل سے ہوتا ہے جب تک عمل نہ ہو عدالت بیکار ہے۔ صحابہ اس عدالت کو نفاذ میں لانے کے زیادہ سزاوار تھے۔ یہ نظریہ کہ سب ہی صحابہ مجتہد تھے ثابت کرنا بہت دشوار ہے۔ نص صریح کے مقابلہ میں اجتہاد کرنا اس کی تاویل کرنا حقیقتاً احکام کو پس پشت ڈال دینا ہے۔ صحابہ کے لئے یہ جائز ہی نہیں تھا کہ احکام کی من مانی توجیہ اور تاویل کریں اور ظاہری طور پر جو مفہوم ان احکام کا سمجھ میں آتا ہے اس کے برعکس عمل اپنے لئے جائز سمجھیں بلکہ احکام اسلامی تمام لوگوں کے لئے یکساں ہیں، سب ہی پر اُن کی پابندی ضروری ہے اسی صورت میں عدالت اسلامی بروئے کار آسکتی ہے۔

اس مختصر مضمون میں اتنی گنجائش نہیں کہ عدالت کے اوپر زیادہ بحث کی جائے۔ واقعہ یہ ہے کہ خود صحابہ بھی اس عدالت کے قائل نہیں تھے بلکہ انہیں اس کا علم بھی نہیں ہوا تھا۔ امیر المومنین علیؑ ابن ابی طالبؑ کی سیاست اور آپ کی اس روش سے جو خلفاء ثلاثہ کے زمانہ میں رہی اور خود آپ کے عہد خلافت میں بھی ہماری اس تحریر کی صداقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے، جو شخص خلفاء ثلاثہ کے عہد میں حدود الٰہی سے تجاوز کرتا امیر المومنینؑ اس پر حد جاری کرنے سے باز نہ رہتے جس کا جیسا عمل ہوتا اس کے مطابق برتاؤ کرتے جسکی منزلت خدا کے نزدیک جتنی عظیم ہوتی آپکے نزدیک بھی عظیم ہوتی جس طرح آپ اپنی خلافت کے زمانہ میں قانون اسلامی کی ترویج اور انسانی حقوق کی ادائیگی کے لئے انتہائی کوشاں رہے۔

آپ اس اسلامی مساوات کے سختی سے پابند تھے جس نے ہر خاندانی اور قبائلی تفرقہ و برتری کا خاتمہ کر دیا تھا۔ ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم خاندان کے معزز اور نام و نسب کی بلندی سے کوئی عزت کا مالک نہیں ہوتا بلکہ عزت و شرافت کا دارومدار تقویٰ اور پرہیزگاری پر ہے جو شخص جتنا ہی متقی و پرہیزگار ہوگا خدا کے نزدیک اتنا ہی معزز ہوگا۔ علیؑ اس معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کرتے نہ آپ کو اس کی فکر تھی کہ لوگ ہمارا ساتھ چھوڑ کر دشمن سے جا ملیں گے۔ اسی وجہ سے آپ کا طرز عمل ان لوگوں پر شاق گزرا جن کے نفوس میں پاکیزگی نہ تھی اور جو لذت دنیوی سے بہرہ اندوز ہونے کے درپے اور زندگی کی فتنہ سامانیوں پر فریفتہ تھے کیونکہ انہیں پوری طرح اندازہ تھا کہ علیؑ کے زیر سایہ ہماری کوئی تمنا پوری ہونے والی نہیں، وہ معاویہ کے پاس بھاگ نکلے جنہیں نہ کسی قاعدہ قانون کی پروا تھی نہ کسی نظام حکومت کی، انہیں تو محض اپنا اقتدار قائم کرنے اور اپنا دائرہ حکومت وسیع کرنے سے غرض تھی، اسی وجہ سے بہت سے لوگ امیر المومنینؑ کا ساتھ چھوڑ کر معاویہ کے پاس چلے گئے تاکہ وہ ان کے پاس رہ کر اپنی خطاؤں کی پاداش سے محفوظ رہیں جیسے قعقاع بن ثور اور نجاشی اور انہیں جیسے بہت سے لوگ۔

امیر المومنینؑ نے اپنے اعمال کو جو تاکیدیں فرمائی تھیں اپنے سرداران لشکر کو جو نصیحتیں کی تھیں انہیں آپ نے جو مکاتیب و فرامین تحریر فرمائے تھے ان کے مطالعہ کے بعد ہر شخص آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ مسلمانوں نے صحابہ کو جو تقدس کا درجہ دے رکھا ہے اور جس عدالت کا لبادہ اوڑھا رکھا ہے علیؑ نے ایسا نہیں کیا۔

حضرت علیؑ کی سیرت پر یہاں روشنی ڈالنا ہمیں مقصود نہیں، ہم تو یہ کہنا چاہتے ہیں کہ صحابہ پیغمبرؐ کے لئے حرام خدا سے پرہیز، پیغمبرؐ کے احکام کی تعمیل واجب و لازم

تھی ۔ ان کے لئے ہرگز روا نہ تھا کہ نص کے مقابلہ میں تاویل کریں ہر جگہ اجتہاد نہیں چلتا ۔ اجتہاد کے بھی کچھ شرائط ہیں ۔ قدامہ بن مظعون صحابی پیغمبرؐ کے واقعہ سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے ۔

قدامہ بن مظعون

بن حبیب المتوفی ۳۶ھ سابقین اولین سے ہیں انہوں نے دو ہجرتیں کیں ۔ پہلی حبشہ کی طرف دوسری مدینہ کی طرف ۔ حضرت عمر نے انہیں بحرین کا حاکم مقرر کیا ۔ بنی عبدالقیس کے سردار جارود بحرین سے حضرت عمر کے پاس آئے اور قدامہ کے خلاف گواہی دی کہ انہوں نے شراب پی ہے ۔ حضرت عمر نے پوچھا گواہ کون ہے جارود نے کہا ، ابو ہریرہ ! حضرت عمر نے ابو بکرہ سے پوچھا تم کیا گواہی دیتے ہو ابو ہریرہ نے کہا میں نے شراب پیتے تو نہیں دیکھا البتہ نشہ میں بدمست اور قے کرتے دیکھا ہے ۔ حضرت عمر نے کہا ۔ تم نے بڑی صاف گواہی دی پھر انہوں نے قدامہ کو بحرین سے بلا بھیجا اُن کے آنے پر جارود نے حضرت عمر سے کہا قدامہ پر حد جاری کیجئے ۔ حضرت عمر نے کہا تم حریف ہو یا گواہ اُنہوں نے کہا ۔ میں گواہ ہوں ۔ حضرت عمر نے کہا تم کو جو گواہی دینا تھی دے چکے جارود نے پھر دوسرے دن آکر کہا ۔ قدامہ پر حد جاری کیجئے ۔ حضرت عمر نے کہا ۔ میں تو دیکھ رہا ہوں کہ تم گواہ نہیں بلکہ فریق مخالف ہو ، حالانکہ ایک ہی شخص نے تمہارے ساتھ گواہی دی ہے جارود نے پھر اصرار کیا ۔ اس پر حضرت عمر نے کہا ۔ اپنی زبان روکو ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا جارود نے کہا یہ کہاں کا انصاف ہے کہ شراب تو آپ کے سالے پئیں اور سزا آپ مجھے دیں ۔ ابو ہریرہ نے کہا ۔ حضور ! اگر آپ کو ہم لوگوں کی گواہی میں شک ہے تو آپ دختر ولید یعنی قدامہ کی بیوی کے پاس کسی کو بھیج کر دریافت کرائیے ۔ حضرت عمر نے ہند بنت ولید کے پاس آدمی بھیجا اور قسم دلائی اُس نے اپنے شوہر کے خلاف گواہی دی ۔ حضرت عمر نے قدامہ سے کہا میں تم پر حد جاری کروں گا ۔ قدامہ نے کہا اگر میں نے شراب پی بھی ہے جیسا کہ آپ لوگ کہتے ہیں تب بھی آپ کو یہ حق نہیں ہے کہ مجھ پر حد جاری کریں

حضرت عمر نے کہا کیوں ؟ قدامہ نے کہا ارشاد باری ہے۔

لیس علی الذین اٰمنوا وعملوا الصالحات جناح فیما طعموا۔ ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے عمل صالح کیا وہ جو کچھ کھائیں اُن سے کوئی مواخذہ نہیں۔

حضرت عمر نے کہا تم نے غلط تاویل کی تم جب خدا سے ڈرو گے تو ان چیزوں سے اجتناب بھی کرو گے جو خداوند عالم نے حرام کی ہیں۔ پھر لوگوں سے پوچھا تم لوگوں کی کیا رائے ہے قدامہ پر حد جاری کروں یا نہیں۔ لوگوں نے کہا جب تک قدامہ بیمار ہیں ہماری رائے ہے کہ ملتوی رکھیئے۔ حضرت عمر کچھ دن خاموش رہے پھر ایک دن تہیہ کیا کہ قدامہ پر حد جاری ہی کر دی جائے گی۔ لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے کہا۔ جب تک کمزوری باقی ہے حد جاری نہ کیجئے۔ حضرت عمر نے کہا اگر کوڑے کھاتے وقت مر جائیں تو یہ زیادہ مجھے پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ میں خدا سے اس حال میں ملوں کہ قدامہ میری گردن میں لپٹے ہوں۔ تم لوگ کوڑا لاؤ۔ حضرت عمر نے حکم دیا اور قدامہ پر حد جاری کی گئی۔ (اصابہ جلد ۳ صفحہ ۲۲۸)

دیکھئے قدامہ ایسے صحابی نے جو سابقین اولین سے تھے کلام مجید کے ایسے صریح حکم کی ایسی غلط تاویل کی۔ اس واقعہ کو ہم نے صرف یہ دکھلانے کے لئے ذکر کیا ہے کہ یہ جو دعویٰ کیا جاتا ہے کہ صحابہ مجتہد ہیں اور اگر وہ اپنے اجتہاد میں خطا کریں اور حکم صریح کی ایسی غلط تاویل کریں جو اجماع کے خلاف بھی ہو تب بھی اُن سے کوئی مواخذہ نہ کیا جائے گا۔ انتہائی غلط اور خلاف عقل ہے اگر ایسا ہی ہوتا تو قدامہ بھی صحابی تھے اور ایسے صحابی جنہیں ہجرت و سابقیت کا شرف حاصل تھا لیکن حضرت عمر نے ان کو غلط تاویل کرنے پر معاف نہیں بلکہ حد جاری کر کے رہے۔

قدامہ کے علاوہ اور بھی بہت سے صحابہ نے کلام مجید کی آیات کی غلط تاویلیں

کیں اُن پر بھی اسی طرح حد جاری کی گئی ۔ جیسے ابو جندل ، ضرار بن خطاب اور
ابوالازور ان سب کو ابو عبیدہ نے شراب پیتے دیکھ کر اعتراض کیا ابو جندل نے کہا :۔ ۔
لیس علی الذین آمنوا جناح فیما طعموا ۔ لیکن یہ خطا اجتہادی انہیں کوئی فائدہ
نہ پہونچا سکی ان پر حد جاری ہو کر رہی ۔

عبدالرحمٰن بن عمر بن خطاب نے مصر میں شراب پی تھی اُن پر عمرو عاص نے
حد جاری کی ۔ اسی قسم کے بہت سے واقعات ہیں ۔

حضرت عمر کا اپنے بعض عاملوں کے ساتھ سخت برتاؤ اور ان کی دولت کو
بانٹ لینا بھی اس کا ثبوت ہے کہ صحابہ میں وہ خالص عدالت نہ تھی ۔ ابو ہریرہ کو
حضرت عمر نے بحرین کا حاکم مقرر کیا ابو ہریرہ وہاں سے دس ہزار لے کر آئے
حضرت عمر نے کہا یہ مال تم نے اے خدا و کتاب خدا کے دشمن سے ہتھیایا ہے ۔
ابو ہریرہ نے کہا ۔ نہ میں خدا کا دشمن ہوں نہ اس کی کتاب کا بلکہ میں ان دونوں کے
دشمن کا دشمن ہوں ۔ حضرت عمر نے کہا تو پھر یہ مال تمہارے پاس کہاں سے آیا ۔
ابو ہریرہ نے کہا میرے پاس کچھ گھوڑے تھے ان کے بچے ہوئے کچھ غلہ تھا کچھ
میں اپنی تنخواہ سے بچاتا گیا ۔ (تاریخ ابن کثیر جلد ۸ صـ ۱۱۳)

علامہ ابن عبد ربہ لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے ابو ہریرہ کو بلا کر کہا تمہیں معلوم
ہے کہ جب میں نے تمہیں بحرین کا حاکم مقرر کیا تھا تو تمہارے پیروں میں جوتیاں تک
نہ تھیں اور اب مجھے یہ معلوم ہوا ہے کہ تم نے ۱۶ سو اشرفیوں کے گھوڑے خریدے ہیں ۔
ابو ہریرہ نے کہا ہمارے پاس پہلے ہی سے کچھ گھوڑے تھے جن کے بچے ہوئے کچھ عطیے
موصول ہوئے ۔ حضرت عمر نے کہا ۔ میں نے تمہاری تنخواہ اور تمہاری کمائی کا حساب کر لیا
ہے اتنا مال فاضل ہے اسے واپس کرو ۔
ابو ہریرہ نے انکار کیا ۔ حضرت عمر نے کہا میں ضرور وصول کروں گا اور تمہاری

پیٹھ بھی لہولہان کروں گا۔ پھر آپ دُرّہ لے کر پل پڑے، اتنا مارا کہ لہولہان کردیا۔ پھر کہا لاؤ داخل کرو۔ ابوہریرہ نے کہا سمجھئے وہ خدا کے پاس ہے۔ حضرت عمر نے کہا یہ تو میں جب سمجھتا جب تم جائز ذریعہ سے حاصل کرتے اور خوشی خاطر ادا کر دیتے۔ کیا تم بحرین کے آخری سرے سے اسی لئے آئے ہو کہ لوگوں سے خراج وصول کر کے اپنا گھر بھرلو۔ نہ اللہ کو دو نہ مسلمانوں کو تمہاری ماں امیمہ نے تمہیں اپنے پائخانہ کے مقام سے اسی لئے جنا ہے کہ تم گدھے چراؤ۔

(عقد فرید جلد ۱ صـــ۲۶)

یہ سخت برتاؤ حضرت عمر نے ابوہریرہ کے ساتھ کیا۔ ان پر الزام لگایا کہ انہوں نے اموال مسلمین میں خیانت کی انہیں خدا و کتاب خدا کا دشمن قرار دیا اور اُن کے دعووں کا ذرہ برابر یقین نہیں کیا اگر ابوہریرہ عادل ہوتے جیسا کہ سب ہی صحابہ کے عادل ہونے کے متعلق دعویٰ کیا جاتا ہے۔ تو کوئی وجہ نہ تھی کہ عمر ابوہریرہ کو سچا نہ سمجھتے۔

علامہ بلاذری لکھتے ہیں کہ ابوالمختار یزید بن قیس نے حضرت عمر کو اہواز کے حکام کی شکایت لکھ بھیجی جنہوں نے مال ہتھیا لیا تھا یہ تمام حکام صحابہ تھے۔ حجاج بن عتیک جو اُن صحابہ میں تھے جنہوں نے اہواز میں اقامت کر لی تھی اور حضرت عمر نے انہیں فرات کا عامل مقرر کیا تھا۔ دوسرے نقیع اور نافع فرزندان حرث یہ بھی صحابی تھے اور اصفہان کے بیت المال کے افسر تھے ان کے علاوہ اور بھی چند صحابہ تھے جن کی ابوالمختار نے شکایت کی تھی جیسے سمرہ بن جندب مجاشع بن مسعود، نعمان بن عدی بن نفیلہ اور بشر بن محتفز۔ بلاذری لکھتے ہیں کہ حضرت عمر نے ان سب صحابہ کی دولت آدھی آدھی وصول کر لی۔ یہاں تک کہ جوتیاں تک تقسیم کر لیں ایک لی ایک چھوڑ دی۔

(فتوح البلدان ص۳۷)

ظاہر ہے کہ حضرت عمر نے ان صحابہ کے اموال میں سے نصف اُسی وقت چھینا ہوگا جب اُن صحابہ کا جرم خیانت ثابت ہوچکا ہوگا۔ اور خیانت وعدالت دونوں یک ساتھ جمع نہیں ہوسکتی عادل شخص امین ہوتا ہے اور کوئی شخص امین اور ئن دونوں نہیں ہوسکتا۔

یہ البتہ سمجھ میں نہیں آتا کہ آدھی آدھی دولت بانٹ لینے کا اصول حضرت عمر نے کہاں سے حاصل کیا اگر ان صحابہ نے خیانت کی تھی تو سارا ہی مال خیانت کا تھا سب ہی ضبط کر لینا چاہئے تھا اور اگر خیانت نہیں کی تھی تو ایک درہم بھی اُن کے مال سے زبردستی لینا جائز نہیں ہوسکتا۔

پھر ایک سوال یہ بھی ہوتا ہے کہ حضرت عمر نے یہ کیوں نہیں سمجھا کہ یہ صحابہ مجتہد ہیں اُنہوں نے تاویل کی اور تاویل میں خطا ہوگئی۔

ہمیں اس سے بحث نہیں کہ حضرت عمر نے ان صحابہ کا مال ضبط کرکے صحیح کام کیا یا غلط ہم تو صرف یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ ان کا برتاؤ ہر ایک کے ساتھ یکساں تھا صحابی ہو یا غیر صحابی جس سے بھی کوئی جرم سرزد ہوتا حضرت عمر سختی سے محاسبہ کرتے۔

ابوالغادیہ جہنی اس کا نام یسار بن سبع تھا یہ بھی پیغمبر کے اصحاب میں سے تھا اس نے پیغمبر سے حدیثیں سنیں اور دوسروں سے روایت کیں۔ منجملہ اس کی روایات کے یہ حدیث بھی ہے کہ پیغمبر خدا نے ارشاد فرمایا ان دماء کم واموالکم حرام تمہارے اموال اور تمہاری جانیں حرام ہیں (یعنی کسی کے لئے جائز نہیں کہ ناحق کسی کا خون بہائے یا ناحق کسی کا مال ضبط کرے) یہی ابوالغادیہ عمار کا قاتل ہے لوگوں کو اس پر حیرت آتی ہے کہ اُس نے پیغمبر سے حدیثیں بھی سنیں اور عمار کو

قتل بھی کیا۔ حالانکہ عمار کے متعلق پیغمبرِ خدا کی مشہور حدیث ہے ۔ یا عمار تقتلک الفئة الباغیة عمار تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا ۔ یہ ابوالغادیہ جب معاویہ سے ملنے آتا تو یہ کہکر اجازت مانگتا عمار کا قاتل دروازہ پہ ہے ۔

(اسد الغابہ جلد ۴ ص ۱۵۱)

لوگ اس ابوالغادیہ کو بڑی نفرت کی نگاہ سے دیکھتے خود ابوالغادیہ کو بھی اپنے گنہ گار اور جہنمی ہونے کا اقرار تھا ۔ ایک مرتبہ ابوالغادیہ حجاج کے پاس آیا حجاج نے خوش آمدید کہی اور پوچھا تم ہی نے فرزند سمیہ (جناب عمار) کو قتل کیا تھا ۔ ابوالغادیہ نے کہا ۔ ہاں پھر تفصیل بتائی کہ کیسے کیسے قتل کیا ۔ حجاج نے کہا ۔ شام والو! جو شخص ابوالغادیہ کو دیکھنا پسند کرے جو بروز قیامت طویل ہاتھوں والا ہوگا وہ الغادیہ کو دیکھے ۔

ابوالغادیہ نے کہا ۔ ہاں خدا کی قسم ایسا شخص جس کی داڑھ مثل کوہ اُحد کے ہوگی جس کی رانیں مثل دو ورقوں کے ہونگی اور جس کی پشت مدینہ اور ربذہ کی درمیانی مسافت جتنی لمبی چوڑی ہوگی وہ بروز قیامت یقیناً بڑے ہاتھوں والا ہوگا ۔

یہ جہنم والوں کی صفت ہے جہنمی لوگ ایسے ہی ہوں گے جیسا کہ حدیث شریف میں ذکر ہے ۔

اسد الغابہ میں خود ابوالغادیہ کا قول منقول ہے " خدا کی قسم اگر عمار کو تمام باشندگان روئے زمین مل کر قتل کرتے تو سب ہی جہنم میں جاتے ۔

(اسد الغابہ جلد ۵ ص ۲۶۷)

اس طرح خود ابوالغادیہ کو اپنے گناہ عظیم کا اقرار تھا اس کے ہولناک جرم پہ بے شمار صحابہ نے شدت سے ناپسندیدگی ظاہر کی ہے ۔

لیکن بعض محدثین نے ابو الغادیہ کے اس ہولناک جرم کو بہت ہلکا کرکے دکھانے کی کوشش کی ہے۔ ان محدثین کے نزدیک صحابہ کی نفرت و ناپسندیدگی کی بھی کوئی قیمت نہیں ان کے خیال میں ابو الغادیہ عمار کے خون سے پاک تھا، وہ کہتے ہیں کہ ان لڑائیوں میں صحابہ کے متعلق خیال یہ ہے کہ انہوں نے تاویل کی اور اس مجتہد کے لئے جو اپنے اجتہاد میں خطا کرے ایک اجر ہے۔ جب عام مجتہدین کے لئے یہ چیز ثابت ہے تو صحابہ کے لئے بدرجہ اولیٰ ثابت ہوگی۔

(اصابہ جلد ۴ ص ۱۵۱)

ہم اس نظریہ سے زیادہ بحث کرنا نہیں چاہتے اس کا مہمل و فاسد ہونا خود ہی واضح ہے سب سے اہم دلیل اس نظریہ کے باطل ہونے کی یہ ہے کہ اگر یہ نظریہ تسلیم کرلیا جائے تو اس کا صریحی مطلب یہ ہے کہ پیغمبرؐ نے معاذ اللہ بالکل غلط فرمایا تھا کہ یا عمار تقتلک الفئۃ الباغیۃ "عمار تمہیں باغی گروہ قتل کرے گا۔ کسی بھی شخص کی سمجھ میں یہ بات آسکتی ہے کہ ابو الغادیہ کو اپنے ہولناک جرم عمار کے قتل کرنے پر نیک جزا ملے گی، حالانکہ پیغمبرؐ خدا نے سے باغی گروہ میں سے قرار دیا ہے، یہ تو خدا و رسولؐ کے ساتھ کھلا ہوا مذاق ورمعاویہ اور ان کی جماعت کی انتہائی کھرانہ پاس داری ہے"

صحابی کی روایت

مذکورۂ بالا عبارت سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ شیعہ ہر صحابی کے عادل ہونے کے قائل نہیں۔ صحابہ کے متعلق اصالۃ عدالت کا نظریہ بالکل بے بنیاد ہے۔

برادران اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر صحابی عادل ہوتا ہے لیکن س میں بھی اختلاف ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ بلا استثناء ہر صحابی عادل ہے۔ دوسری جماعت کہتی ہے وہ صحابہ عادل ہیں جو فتنے میں مبتلا نہ ہوئے

(یعنی حضرت عثمان کی ہلاکت میں شریک نہ ہوئے) معتزلہ کا مسلک یہ ہے کہ وہ صحابہ جو علیؑ سے لڑے وہ فاسق تھے ۔ ابن الصلاح نے بیان کیا ہے کہ وہ صحابہ جو فتنہ میں شریک نہ ہوئے اُن کے عادل ہونے پہ اجماع قائم ہو چکا ہے اسی طرح اور بھی کئی باتیں کہی گئی ہیں ۔

شیعوں کا بہر حال نظریہ یہ ہے کہ سب صحابہ عادل نہ تھے ، وہ بغیر چھان بین کئے ہر ایک کی روایت قبول نہیں کرتے ، وہ انہیں صحابہ کی روایت قبول کرتے ہیں جو ثقہ ہوں ۔ اُنہوں نے قبولیت کے چند شرائط مقرر کئے ہیں اس لئے کہ حدیث اسلام کا دستور اور مسلمانوں کی دینی اور سماجی زندگی کی شاہراہ ہے ۔ اسی وجہ سے مسلمانوں نے حدیث کی سند اور مفہوم کی جانچ پڑتال میں انتہائی کدوکاوش کی ہے ۔

شیعوں پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ شیعہ پیغمبرؐ کے صحابہ کی حدیثیں ٹھکراتے ہیں اور یہ اصحاب پیغمبر پر طعن ہے ۔ بعض لوگ یہ الزام لگاتے ہیں کہ شیعہ مسلمانوں کی شریعت پر اعتماد نہیں کرتے کیونکہ وہ صحابہ کی حدیثیں رد کر دیتے ہیں ۔ اس قسم کی بہت سی تہمتیں شیعوں پر لگائی جاتی ہیں ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ شیعوں کا آخر کیا قصور ہے ؟ وہ اگر ہر صحابی کی حدیث بے چون و چرا تسلیم نہیں کرتے بلکہ پہلے جانچ پڑتال کر لیتے ہیں اور ان صحابہ کی روایت قبول نہیں کرتے جن کی بداعمالیاں عالم آشکارہ ہو چکی ہیں جو ہوا و ہوس کے غلام ہو گئے تھے تو کونسا گناہ کرتے ہیں ۔

جو شخص دین و مذہب میں احتیاط سے کام لے اور احکام مذہبی حاصل کرنے میں غور و فکر ضروری سمجھے کیا اُسے یہ الزام دینا جائز ہے کہ اُس نے صحابہ پر طعن کیا ۔ ہم اگر مثلاً ابو ہریرہ کی حدیث آنکھ بند کر کے قبول نہیں کرتے اُن،

حدیثیں دیکھ کر ہم پہلے تحقیق کر لینا ضروری سمجھتے ہیں تو کیا یہ کہنا صحیح
کہ ہم نے صحابہ کی اہانت کی؟

کیا ان کی حدیثوں کی بہتات حیرت انگیز نہیں؟ کیا یہ سوال نامناسب ہے
ہیں کیسے ایسی خصوصیت پیغمبرؐ سے حاصل ہو گئی جو کسی بھی صحابی کو نصیب نہ
ی حالانکہ وہ پیغمبرؐ کی رحلت سے تین چار برس پہلے ہی مسلمان ہوئے صرف
برس پیغمبرؐ کی خدمت میں رہے۔ لہذا انہیں اتنی حدیثیں پیغمبرؐ سے سننے کا
سے موقع مل گیا۔ جو ان صحابہ کو بھی نہیں ملا جو شروع ہی میں اسلام لا چکے
اور ابوہریرہ سے بہت زیادہ خدمت پیغمبرؐ میں باریاب رہے۔

ابوہریرہ کی تو یہ کیفیت تھی کہ پیٹ ہی کی فکر میں اُن کا زیادہ تر وقت گزرتا
وہ لوگوں سے مسئلے اس لئے پوچھا کرتے کہ ایک وقت کھانے کی دعوت مل جائے
کیسے انہیں اتنی بے شمار حدیثیں سننے کا موقع مل گیا جو کسی بھی صحابی کو نہیں
سب ہوا۔ انہوں نے تقریباً ۵۳۷۴ حدیثیں پیغمبرؐ سے منسوب کر کے بیان
میں اور یہ تعداد حضرت ابوبکر و عمر و عثمان علی اور ازواج پیغمبرؐ کی احادیث
مجموعی تعداد سے بھی کہیں زیادہ ہے اسی وجہ سے۔ صحابہ کرام نے ان کی کثرت حدیث
پسندیدگی ظاہر کی انہیں جھوٹا سمجھا جس کی معذرت ابوہریرہ یہ کیا کرتے
دوسرے صحابہ تجارت میں — رہا کرتے اور میں ہر وقت پیغمبرؐ کے پاس رہتا۔

اعرج نے ابوہریرہ سے روایت کی ہے کہ ابوہریرہ کہتے تھے کہ تم لوگ یہ اعتراض
رہے ہو کہ مہاجرین نے اتنی حدیثیں کیوں نہیں بیان کیں تو ہمارے ساتھی مہاجرین
تھے وہ بازاروں میں تجارت میں مشغول رہا کرتے اور انصار اپنی زمین کی دیکھ
ل میں لگے رہتے اور میں ہر وقت پیغمبرؐ کے پاس بیٹھا رہتا مہاجرین و انصار
ب ہوتے اور میں حاضر رہتا وہ حدیثیں سنکر بھول جاتے اور میں یاد رکھتا!

(فتوحات وہبیہ ص۱۳۶)

یہ عذر نا قابل قبول ہے کیونکہ صحابہ کرام نے بھی یہ عذر نہیں قبول کیا تھا۔ خود حضرت عائشہ اور عبداللہ بن عمر نے بھی ناپسندیدگی ظاہر کی ا حضرت عمر نے تو ابوہریرہ کو حدیثیں بیان کرنے ہی سے روک دیا تھا۔

ابوہریرہ مدعی ہیں ہر وقت پیغمبر خدا کے پاس موجود رہتا۔ حدیثیں سننے اور یاد رکھنے سے میرے لئے کوئی مانع نہ تھا کیونکہ میں اہل صفّہ سے تھا

اب سوال یہ ہے کہ اہل صُفّہ میں تنہا ابوہریرہ ہی تو نہ تھے بہت سے صحابہ سے اور ابوہریرہ کے بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے اور بہت پہلے سے پیغمبر کیسا رہتے چلے آرہے تھے لیکن انہیں یہ خصوصیت نہیں نصیب ہوئی انہوں نے اتنی حدیثیں نہیں بیان کیں کہ ہم اہل صفہ کی حدیثوں کا مختصر سا خاکہ پیش کرتے ہیں۔

اہل صُفّہ

حجاج بن عمر مازنی انصاری جنگ صفین میں حضرت علی ساتھ شریک ہوئے۔ صحاح میں ان کی صرف ایک حدیث موجود

حازم بن حرملہ اسلمی، ان کی صرف ایک حدیث ابن ماجہ نے درج کی ہے

زید بن خطاب عدوی، بروز یمامہ قتل ہوئے ان کی صرف ایک حدیث جو عبداللہ بن عمر نے ان سے سنی۔

سفینہ، پیغمبر کے آزاد کردہ غلام ان کی صرف ۱۴ حدیثیں ہیں مسلم نے ان کی ایک حدیث لکھی ہے۔

شقران، پیغمبر کے آزاد کردہ غلام ان کی صرف ایک حدیث ترمذی نے درج کی ہے۔

طخفہ بن قیس غفاری، اصحاب صحاح نے صرف ان کی ایک حدیث درج کی

عبداللہ بن انیس، جن کی کنیت ابو یحییٰ تھی اور جن کا انتقال ۵۴ھ میں ہوا اُن کی ۲۴ حدیثیں ہیں مسلم نے صرف ایک حدیث بیان کی۔

عبداللہ بن حرث، بن جزع زبیدی۔ ان کا انتقال ۸۶ھ میں مصر میں اُن کی گنتی کی چند حدیثیں ہیں جن کی ابی داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے یت کی ہے۔

عبداللہ بن قرط ثمالی، جن کا انتقال ۵۶ھ میں ہوا ان کی صرف ایک حدیث داؤد نسائی نے درج کی ہے اور وہ غالباً حدیث معراج ہے۔

عقبہ بن عامر جہنی المتوفی ۵۸ھ ان کی ۵۵ حدیثیں ہیں بخاری نے صرف ایک حدیث اور مسلم نے ۹ حدیثیں درج کی ہیں یہ معاویہ کی طرف سے جنگ صفین میں شریک ہوئے۔

عمر بن تغلب عبدی، ان کی دو حدیثیں ہیں مسلم نے صرف ایک حدیث درج ہے۔

عقبہ بن عبد السلمی، المتوفی ۸۷ھ ان کی ۲۸ حدیثیں ہیں۔

عقبہ بن الندر، ان کی دو حدیثیں ہیں جو ابن ماجہ نے درج کی ہیں۔

عیاض بن حماد مجاشعی، اُن کی ۳۰ حدیثیں ہیں مسلم نے صرف ایک درج ہے۔

فضالہ بن عبید الانصاری جنگ احد اور بیعت الرضوان میں شریک ہوئے ۵۳ھ ان کا انتقال ہوا اُن کی ۵۰ حدیثیں ہیں جن میں سے مسلم نے ایک درج کی ہے۔

فرات بن حیان عجلی، ان کی ایک حدیث ابو داؤد نے نقل کی ہے۔

سائب بن خلاد بن سوید بن ثعلبہ بن عمر خزرجی المتوفی ۷۱ھ ان کی

۵ حدیثیں ہیں ۔

یہ سب کے سب اہل صفّہ تھے اور اس خصوصیت میں شریک جس کے متعلق ابو ہریرہ کا دعویٰ ہے کہ میں اس خصوصیت کے لحاظ سے تمام صحابہ سے ممتاز تھا یعنی یہ سب ہی لوگ بے گھر بار کے تھے اور اسی سائبان میں رہتے تھے جو پیغمبرؐ نے مسجد کے پہلو میں بنوا دیا تھا ۔ یہ لوگ ابو ہریرہ کے بہت پہلے مسلمان ہو چکے تھے ۔ اور ان کے بہت پہلے سے رسول اللہ کے ساتھ رہتے آرہے تھے ۔ لیکن ان سب کی تمام حدیثیں مجموعی طور پر ابو ہریرہ کی حدیثوں کے مقابلہ میں دس فیصدی بھی نہیں ۔ ابو ہریرہ اس کی توجیہ کیا کرتے کہ میں ایک مرتبہ پیغمبرؐ خدا کی بزم میں حاضر ہوا حضرت نے فرمایا جو شخص میری اس گفتگو کے ختم ہونے تک اپنی چادر کو بچھائے رہے اور میرے فارغ ہونے پر پھر سمیٹ لے وہ کبھی میری زبان سے نکلا ہوا ایک لفظ بھی نہ بھولے گا میں نے اپنی چادر بچھا دی اور اس وقت تک بچھائے رہا جب تک کہ پیغمبرؐ خدا کی تقریر تمام نہ ہوئی پھر میں نے اٹھا کر اوڑھ لیا ۔ خدا کی قسم پھر میں آج تک پیغمبرؐ سے سنی ہوئی کوئی بات نہیں بھولا ۔ (تاریخ ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۱۰۵)

کون پوچھے کہ دیگر حضرات جو اس بزم میں حاضر تھے انہوں نے اس فضیلت کو حاصل کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی ۔ وہ سب بھی کیوں نہ دوڑ پڑے کیا ان لوگوں کو رسول اللہ کی بات میں شک تھا یا فقط ابو ہریرہ کے پاس چادر تھی اور کسی کے پاس نہ تھی ۔

کتنے غضب کی بات ہے کہ ابو ہریرہ ایسے ناقابل فہم امور کا دعویٰ کریں جس پر خود کبار صحابہ کو حیرت تھی انہوں نے انتہائی سختی کے ساتھ ابو ہریرہ پر اعتراض بھی کیا لیکن اگر کوئی دوسرا اپنی حیرت اور شکوک کا اظہار کرے تو زندقہ کی تہمت لگائی جائے اور گردن اڑا دینے کی دھمکی جائے ۔

خطیب بغدادی لکھتے ہیں کہ ہارون رشید کے سامنے ابوہریرہ کی یہ حدیث بیان کی گئی کہ جناب موسیٰؑ کی ملاقات حضرت آدمؑ سے ہوئی جناب موسیٰؑ نے جناب آدمؑ سے کہا۔ آپ ہی وہ آدمؑ ہیں جنہوں نے ہمیں جنت سے نکالا اس پر ایک قریشی شخص نے حدیث بیان کرنے والے سے پوچھا۔ آدمؑ و موسیٰؑ کی یہ ملاقات کس مقام پر ہوئی۔ ہارون کو غیظ آگیا۔ خادم سے کہا۔ تلوار لاؤ ایک زندیق زندیق رسول اللہ کی حدیث پر طعن کر رہا ہے۔

(تاریخ بغداد جلد ۱۴ ص ۷)

اس واقعہ سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ معاملہ کتنا سخت تھا یہ قریشی شخص واقفیت حاصل کرنے کے لئے صرف یہ پوچھتا ہے کہ آدمؑ و موسیٰؑ کی ملاقات کہاں ہوئی تھی مگر ہارون رشید کو اس کا یہ سوال کرنا بھی ناگوار گزرا اسے فوراً زندیق قرار دے دیا کیونکہ اس نے ابوہریرہ کی حدیث کا مطلب سمجھنے کی کوشش کی تھی۔

جب اتنی سی بات پوچھنے پر اتنے غیظ و غضب کا اظہار ہوا تھا تو اگر کوئی شخص ابوہریرہ کی ان حدیثوں کا مطلب دریافت کرتا جنہیں بخاری و مسلم دونوں صحیحین میں درج کیا ہے کہ:۔

ان جهنم تمتلی حتی یضع الله رجله فتقول قط قط

اس وقت تک نہ بھرے گا جب تک خداوند عالم اپنا پیر اس میں ڈالے گا پیر ڈالنے پر جہنم اس وقت کہے گا بس بس۔

ینزل ربنا کل لیلة الی السماء الدنیا حین یبقی الثلث الاخیر یقول من یدعونی فاستجیب۔

ہمارا پروردگار ہر رات جب ایک پہر رات رہ جاتی ہے آسمان دنیا پر اترتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کون مجھ سے دعا کرتا ہے

تاکہ میں اس کی دعا قبول کروں۔

ہمارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ابوہریرہ کی حدیثوں کی بہتات ان کی سب ہی حدیثوں کو مشکوک بنا دیتی ہے۔ کثرت سے حدیثیں بیان کرنے والوں میں اُن کا نمبر سب سے اول ہے دوسرا نام عبداللہ بن عمر کا ہے۔ تیسرا ام المومنین عائشہ اور ان کے بعد انس بن مالک کا نمبر ہے۔

لیکن اس کثرت اور بہتات کو دیکھ کر ہمارا تامل یہ جانچ پڑتال کہ حدیث صحیح ہے یا غلط نہ تو پیغمبر خدا کی حدیث پر طعن ہے نہ کسی کو یہ کہنے کی گنجائش کہ شیعہ حضرات صحابہ کی حدیثوں پر اعتماد نہیں کرتے۔

عبداللہ بن عمر کی حدیثوں کے متعلق بھی ہم بحث کو طول دینا نہیں چاہتے نہ ان کی اس خصوصیت خاصہ کو ذکر کرنا مقصود ہے جو کسی صحابی کو بھی حاصل نہ تھی۔ ابوہریرہ کے بعد ان کا دوسرا نمبر ہے انہوں نے تقریباً ۲۶۳۰ حدیثیں روایت کی ہیں اتنی تعداد میں حدیثیں بیان کرنا ان لوگوں کو بھی نصیب نہیں ہوا جو سن میں حسب نسب سے کہیں زیادہ بڑے تھے اور ان کی بہ نسبت پہلے سے رسول اللہ پر ایمان لائے اور ان کی زندگی کا بہت زیادہ حصہ رسول اللہ کی خدمت میں گزرا۔ رسول اللہ کی رحلت کے وقت اُن کی عمر ۲۰ سال سے زیادہ نہ تھی اور بیس برس کی عمر میں اُن کا پیغمبر سے اتنی حدیثیں سن لینا جو بڑے بڑے لوگوں کو نصیب نہیں ہوا یقیناً حیرت انگیز ہے اگر ہم حیرت کا اظہار کریں ان کی حدیثوں کی بہتات دیکھتے ہوئے اُن کی ہر حدیث کو بے چون وچرا قبول کرنے میں تامل کریں تو یہ صحابہ پر طعن کے ہرگز مرادف نہیں۔

رہ گئیں ام المومنین عائشہ تو ان کی پوری زندگی کا جائزہ ہمارے لئے

ممکن ہی نہیں اور یہ ہمارے موضوع بحث سے خارج بھی ہے ہم اُن کی حدیثوں کا ایک اجمالی خاکہ پیش کر دیتے ہیں کیونکہ اسلامی معاشرہ میں اُن کی شخصیت کا بہت بڑا درجہ ہے اور قوانین اسلامی میں انہیں بہت مدخلیت بھی حاصل ہے۔ حدیثوں کی کثرت اور بہتات کے لحاظ سے انہیں تمام دوسری ازواج معتبر پہ تفوق حاصل ہے یعنی تنہا اُن کی حدیثیں تمام ازواج کی حدیثوں کے مجموعی تعداد سے کہیں زیادہ ہیں۔

ازواج رسول کی حدیثیں

زینب بنت جحش جن کا انتقال ۲۰ھ میں ہوا ان کی صرف ۱۱ حدیثیں کتب احادیث میں ملتی ہیں۔

صفیہ بنت حی بن اخطب۔ جن کا انتقال ۵۰ھ میں ہوا صرف بخاری ومسلم ان کی ایک حدیث بیان کی ہے۔

سودہ بنت زمعہ۔ جن کا انتقال آخر زمانہ خلافت عمر میں ہوا صرف بخاری نے ن کی ایک حدیث بیان کی ہے۔

ہند بنت امیہ مخزومیہ۔ اُن کا انتقال تمام ازواج پیغمبرؐ کے آخر میں ہوا۔ ن کی ۳۷۸ حدیثیں ہیں۔

جویریہ بنت حریث۔ جن کا انتقال ۵۶ھ میں ہوا صرف بخاری نے اُن کی دو حدیثیں نقل کی ہیں۔

حفصہ بنت عمر بن خطاب۔ اُن کا انتقال ۴۱ھ میں ہوا، اُن کی ۶۰ حدیثیں ہیں۔

رملہ بنت ابی سفیان۔ جن کا انتقال ۴۴ھ میں ہوا اُن کی ۶۵ حدیثیں ہیں

میمونہ بنت حرث ہلالیہ ۔ جن کا انتقال ۵۱ھ میں ہوا اُن کی چالیس حدیثیں ہیں ۔

عائشہ بنت ابی بکر ۔ جن کا انتقال ۵۸ھ میں ہوا اُن کی دو ہزار دو سو دس حدیثیں ہیں ۔

بقیہ ازواج کے مقابلہ میں حضرت عائشہ کی حدیثوں کی تعداد کا اتنا بڑھ جانا یقیناً اس کا متقاضی ہے کہ ان کی حدیثیں فوراً تسلیم نہ کر لی جائیں بلکہ سوچ سمجھ جائے ایک تو یہ بہتات ہی دہشت میں مبتلا کرنے کے لئے کم نہیں پھر جب حضرت عائشہ کی مصروفیات ومشاغل اُن کی کم سنی اور کمسنی کے تقاضوں کے بناء پر کھیل کود ہمجولیوں کے ساتھ بات چیت اور گھر کے دھندوں کو بھی پیش نظر رکھا جائے تو اور زیادہ حیرت پیدا ہوتی ہے لہذا اُن کی حدیثوں میں توقف وتامل امہات المومنین پر طعن اور اعتراض نہیں کہ کفر کا فتویٰ صادر کر دیا جائے اور دین سے خارج قرار دے دیا جائے ۔

پھر ایک بات اور بھی ایسی ہے جو اُن کی حدیثوں کی چھان بین کو ضروری بنا دیتی ہے یعنی وہ راویان حدیث جنہوں نے حضرت عائشہ کی طرف نسبت دیکر حدیثیں بیان کی ہیں نہ جانے کتنے ایسے لوگ تھے جو محض بنی امیہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے جھوٹی حدیثیں حضرت عائشہ کی طرف منسوب کر کے بیان کرتے تھے ۔ ہشام بن عروہ اور بہت سے لوگ اس سلسلے میں کافی بدنام ہیں بہت سی حدیثیں تو ان کی طرف نسبت دے کر ایسی بیان کی گئی ہیں جو روح اسلام کیلئے عیب اور پیغمبر اسلام کے لئے انتہائی اہانت آمیز ہیں جیسے بخاری کی یہ روایت :-

انما قالت کنت اکل حیسا مع النبی فمر عمر فدعاہ
فاکل فاصابت یدہ اصبعی فقال عمر حس لو اطاع

لیکن ہمارا تکن عین (ادب المفرد للبخاری ص۱۵۲)

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں پیغمبر خدا کے ہمراہ حیس کھا رہی تھی (ایک کھانا جو گھی ستو اور کھجور ملا کر بنتا ہے) عمر ادھر سے گزرے رسول اللہ نے انہیں بھی کھانے کی دعوت دی حضرت عمر بیٹھ کر کھانے لگے ایک مرتبہ ان کی انگلیاں میری انگلیوں سے ٹکرا گئیں عمر نے کہا اگر رسول اللہ تم لوگوں کے متعلق میرا مشورہ قبول کرتے تو تمہیں کوئی آنکھ نہ دیکھ پاتی ۔

کیا اس حدیث میں پیغمبر کی انتہائی تحقیر و اہانت نہیں ۔پیغمبر انسان کامل اور مکارم اخلاق کا نمونہ تھے ۔کیا آپ کا گھر آنے جانے والوں کے لئے راستہ تھا یا رسول اللہ اپنی بیوی کے ساتھ سڑک پر بیٹھ کر کھانا کھاتے یا حضرت عمر رسول اللہ کا احترام نہیں کرتے کہ راستہ گزرنے والوں کی طرح آپ کے پاس بے دھڑک آجاتے ۔

ہم سب باتوں کا جواب دینے سے گریز کرتے ہیں اس ڈر سے کہ کہیں یہ الزام نہ لگا دیا جائے کہ ہم نے حضرت عائشہ کی روایات پر طعن کیا اور ان کی روایت پر طعن کرنا ملت مسلمین سے باہر نکلنے کے مترادف ہے جیسا کہ برادران اسلام کہتے ہیں :۔

کیا اس حدیث میں جو حضرت عائشہ سے نقل کر کے بیان کرنے والے بیان کرتے ہیں ہمیں تردد اور توقف کا حق حاصل نہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ سے پوچھا اگر کوئی اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو تو کیا ان دونوں پر غسل واجب ہے حضرت عائشہ بھی وہاں تشریف فرما تھیں ۔

پیغمبر نے فرمایا :۔

میں اور عائشہ بھی ایسا ہی کرتے ہیں پھر ہم دونوں غسل کرتے ہیں۔
(بخاری جلد ا ص ۱۶۱ صحیح مسلم جلد ا ص ۱۸۷، سنن بیہقی جلد ا ص ۱۶۴)
رسول اللہ جو مجمع فضائل و کمالات تھے جو غیرت و شرم و حیا کا پیکر تھے۔ کیا ایسی بے شرمی کی بات کر سکتے تھے ہماری عقل تو اس حدیث کے ماننے کو تیار نہیں چاہے کفر و زندقہ کی تہمت ہی کیوں نہ لگائی جائے۔ اسی طرح ہمیں حق ہے کہ ہم اس حدیث پر نکتہ چینی کریں جو مسلم نے صحیح مسلم میں ہشام بن عروہ سے نقل کی ہے کہ :-

ان النبی کان مسحورا یخیل الیہ انہ یفعل الشئی وما یفعلہ

پیغمبر خدا سحر زدہ تھے انہیں خیال آتا کہ وہ کوئی کام کر رہے ہیں حالانکہ وہ کام نہیں کرتے ہوتے۔

(صحیح مسلم جلد ۲)

خدا کی پناہ، پیغمبر خدا کے متعلق کوئی دیوانہ ہی تصور کر سکتا ہے کہ آپ کو خیال ہوتا کہ کوئی کام کر رہے ہیں اور در حقیقت آپ وہ کام نہیں کرتے ہوتے ذرا غور فرمائیے پیغمبر خدا جو مصلح عالم بنا کر بھیجے گئے وہ اپنی اسی کیفیت سے اصلاح عالم کر سکتے تھے۔

اسی قسم کی ہزاروں ہی حدیثیں ہیں کہاں تک اُن کا ذکر کیا جائے ہم نے یہ چند حدیثیں صرف اس غرض سے پیش کی ہیں کہ شیعہ اگر اس قسم کی حدیثوں کے قبول کرنے میں تامل کرتے ہیں تو ان پر نت نئے اتہامات کہاں تک حق بجانب ہیں۔

سبّ صحابہ

سبّ صحابہ کی تہمت مرض لاعلاج بن چکی ہے۔ اس تہمت و افتراء کے آگے حقیقت بے بس، واقعیت دست و پا بستہ ہے اور حقیقت تک پہونچنے کیلئے ہزاروں رکاوٹیں کھڑی کر دی گئی ہیں۔ تیغ و شمشیر کی آگ حائل ہے اس لئے کہ حکومت و سلطنت نے یہ دستور ہی بنا لیا تھا کہ جو شخص بھی اس کی سیاست کا مخالف ہے وہ کافر و زندیق ہے اور کافر و زندیق ہی کو اسوقت تک قران میں جا سکتا تھا جب تک اُسے یہ الزام نہ لگایا جائے کہ اُس نے صحابہ اور خصوصیت کے ساتھ ابوبکر و عمر کو گالیاں دیں۔

اور اگر ارباب فکر و فہم حقیقت حال کا پتہ چلانے کی کوشش کرتے تو ان کو بھی فوراً یہی تہمت لگا دی جاتی اور وہی ظالمانہ قانون ان پر لاگو ہو جاتا۔ جب حکومت کسی شیعہ کو اس کے مذہب کی بنا پر سزا دینا چاہتی تو علی کا نام بیچ میں نہ لایا جاتا بلکہ سزا کا یہ سبب بیان کیا جاتا کہ اس نے ابوبکر و عمر کو گالی دی ہے۔ (منتظم ابن جوزی)

علامہ ابن اثیر ۴۰۷ھ کے واقعات میں لکھتے ہیں:۔
اسی سال تمام افریقی شہروں میں شیعوں کا قتل عام ہوا۔ اس تہمت کی بنا پر کہ شیعہ شیخین کو گالیاں دیتے ہیں۔
(تاریخ کامل جلد ۹ صفحہ ۱۱۱)

ایسے ہی نہ معلوم کتنے کالے قانون اور وحشیانہ حرکات تھے جو اس وقت کی ظالمانہ سیاست نے رائج کر رکھے تھے۔ انہیں اسلام سے کوئی تعلق نہ تھا بلکہ اسلام نے ان حرکات کے مرتکب کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا ہے یہ مسئلہ پوری طرح واضح ہے کہ ان اسباب کی تشریح کی ضرورت نہیں

جن کی وجہ سے یہ اندوہناک واقعات ظہور میں آئے اور شیعوں کے ساتھ یہ سخت و شدید برتاؤ روا رکھے گئے۔

اسی میں کوئی شک نہیں کہ شیعوں کے روحانی استقلال اور ایسی حکومت کے اعمال کو شرعاً جائز نہ سمجھنے والے جو نہ ناموس شریعت کا احترام کرتی اور نہ احکام شرع کی پابند تھی انہیں حکومت کا دشمن قرار دے دیا تھا۔ اور حکومت کو کوئی ذریعہ ہاتھ نہ لگتا تھا کہ شیعوں کو قابو میں لایا جائے اور ان کو اُن کے محکم عقائد سے برگشتہ کیا جائے چنانچہ تشیع کی گتھی سخت ترین گتھی تھی جس کا حکومت کو سامنا کرنا پڑا اور اس گتھی کو حل کرنے کی کوئی تدبیر نہ تھی سوا اس کے کہ ان کو ایسی تہمتیں لگا دی جائیں جنہیں عوام الناس آسانی سے قبول کریں۔ اسی وجہ سے یہ پروپیگنڈا کیا گیا کہ شیعہ تمام صحابہ کو کافر قرار دیتے ہیں اور ان پر طعن کرتے ہیں۔ نیز وہ امہات المومنین پر اتہامات لگاتے ہیں۔

سرکاری علماء نے ایک قاعدہ مقرر کر دیا تھا کہ جب تم کسی کو پیغمبرؐ کے کسی صحابی کی منقصت کرتے دیکھو تو سمجھ لو وہ زندیق ہے وہ یوں کہ رسول اللہ محمدؐ حق ہیں اور قرآن بھی حق ہے اور قرآن و سنتِ پیغمبرؐ ہم تک اصحاب ہی کے ذریعہ پہونچے اور شیعہ کتاب و سنت کو باطل قرار دینے کیلئے اُن صحابہ پر جرح کرتے ہیں۔ لہذا وہ زندیق ہیں۔

(کفایہ خطیب بغدادی ص۴۹)

ان علماء نے حکم صادر کیا کہ جو شخص بھی شیخین کو گالی دے وہ کافر ہے اُسے غسل نہ دیا جائے گا نہ اُس پر نماز پڑھی جائے گی وہ لاکھ لا الٰہ الا اللہ۔ کہے اُسے کوئی فائدہ نہ پہونچے گا۔ لکڑی سے ڈھکیل کر

ے قبر میں پہونچا دیا جائے گا (صارم مسلول ص۵) اور اگر وہ توبہ بھی
ے تو اس کی توبہ قبول نہ ہوگی بلکہ اس کا قتل واجب ہے (رسائل بن عابدین
ص ۳۶۴)

بعض لوگوں نے یہ کہا کہ اس کے ہاتھ کا ذبیحہ کھانا حرام ہے اور اس کے
ساتھ شادی بیاہ ناجائز ہے۔

حکومت کی انہیں کوششوں اور سرکاری علماء کے انہیں فتووں کی بنا پر شیعوں کے کافر ہونے کا نظریہ پھیلا کیونکہ حکومت انہیں تہس نہس کرنے کا تہیہ کر چکی تھی اور یہ غرض اس وقت تک پوری نہ ہو سکتی تھی جب تک اسے یہی حیثیت نہ دے دی جاتی۔

اس موقع پر مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کاشف الغطاء کی چند سطریں نقل کرتے چلیں علامہ مغفور خلافت کے بارے میں اختلاف کا ذکر کرکے لکھتے ہیں۔

"ہم پوری صراحت سے کام لینا چاہتے ہیں اور کوئی بات ایسی باقی نہیں رہنے دینا چاہتے ہیں جو پڑھنے والوں کے دل میں کھٹکتی رہے شاید کہنے والا یہ کہے کہ دونوں فرقوں شیعہ، سنی میں عداوت و فساد کی وجہ یہ ہے کہ شیعہ خلفاء کی اہانت یا ان پر طعن کرنا جائز خیال کرتے ہیں بعض شیعہ حد سے گذر کر سب و قدح پر اتر آتے ہیں۔ اور یہ چیز ایسی ہے جو دوسرے فرقہ کو ناگوار گذرتی ہے اور ان کے جذبات بھڑکا دیتی ہے اور اسی وجہ سے ان کے درمیان خصومت اور عداوت سخت ہوتی ہے۔"

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ہم ذرا سا بھی غور و فکر سے کام لیں اور عقل کی

طرف بلکہ مذہب کی طرف بھی رجوع کریں تو یہ ایسی چیز نہیں جو دشمنی و عدا کی مقتضی ہو ایک تو اس وجہ سے کہ یہ نظریہ تمام شیعوں کا نہیں بلکہ شخصی وانفر نظریہ ہے اکثریت اس کی ہمنوا نہیں اکثریت کی رائے ہو بھی کیسے سکتی ہے جب شیعوں کے ائمہؑ سے اس کے متعلق ممانعت وارد ہے لہذا چند آدمیوں کی وجہ سے سبھی شیعوں کو دشمن رکھنا صحیح نہیں ۔

دوسرے یہ کہ اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ سبھی شیعوں کا یہی نظریہ ہے تب بھی یہ بات ایسی نہیں کہ انہیں کافر یا خارج از اسلام قرار دیا جائے زیادہ سے زیادہ معصیت کہا جا سکتا ہے اور معصیت کا ارتکاب کرنے والے بہت سے شیعہ بھی ہیں اور سنی بھی ۔

تیسرے یہ کہ یہ چیز معصیت بھی نہیں نہ موجب فسق ہے زیادہ سے زیادہ آپ خطاء اجتہادی کہہ سکتے اور سواد اعظم کا اس پر اجماع و اتفاق ہے کہ مجتہد مخطی کے لئے ایک اجر اور مجتہد مصیب کے لئے دو اجر ہے تمام اہلسنت نے ان لڑائیوں کو صحیح قرار دیا ہے جو صدر اول میں صحابہ کے درمیان برپا ہوئیں جیسے جنگ جمل و صفین وغیرہ برادران اہل سنت کا کہنا ہے کہ طلحہ و زبیر اور معاویہ نے اجتہاد کیا تھا اگرچہ انہوں نے اجتہاد میں خطا کی لیکن اس خطاء اجتہادی کی وجہ سے ان کی عدالت میں قدح کی جا سکتی ہے نہ ان کے درجہ و منزلت کی منقصت ۔ جب اجتہاد کی وجہ سے ہزاروں آدمیوں کو قتل کرنے ان کا خون بہانے میں کوئی مضائقہ نہیں تو اسی اجتہاد کی بنا پر کچھ لوگ اگر صحابہ پر حرف زنی کریں تو کیا حرج ہے ۔

تتمہ کلام | شیعوں پر یہ اتہام کہ وہ صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں ۔ انہیں کافر قرار دیتے ہیں ۔ یہ ظالم سیاست کی ایجاد

تھی اور اس کو لوگوں کے ذہن میں راسخ کرنے والے سرکاری علمار تھے جو حکومت کے وظیفہ خوار تھے جنہوں نے اپنے ضمیر بہت تھوڑے داموں پر فروخت کر دیئے تھے۔

یہ سرکاری علمار شیعوں کی مذمت کر کے حکام کا تقرب حاصل کرتے دشمنان دین نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور اپنے ذاتی اغراض کی تکمیل اور اپنے کلیجے کو ٹھنڈا کرنے کے لئے اس خلیج کو چوڑا کرنے کی امکانی کوشش کی ارباب فکر و نظر اور مسلمانوں کے مصلحین نے اس طرز عمل کو کبھی پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھا۔ لیکن نقار خانہ میں طوطی کی آواز سنتا ہی کون ہے۔ حکومت کے آلہ کار بنکر جو لوگ ــــ یہ شور و غوغا کر رہے تھے اور حکومت کے اشاروں پر یہ ساری حرکتیں انجام دے رہے تھے انہیں یہ مصلحین امت حقیقت حال اور صحیح بات سمجھا ہی نہ سکے۔ شیعوں کی پیروی اہل بیت حکومت کی نظر میں ایسا جرم تھی جس کے معاف کرنے کا سوال ہی نہ تھا اگر ارباب حکومت شیعہ مذہب کو پھیلنے سے روکنے کی کوشش نہ کرتے تو وہ خود اپنے خلاف ایسا دروازہ کھول دیتے جس کا بند کرنا ناممکن تھا۔ اہل بیت کے مذہب کی پیروی اُن کے مقاصد و عزائم سے ہم آہنگ نہ تھی۔ اسی وجہ سے اُنہوں نے لازمی سمجھا کہ اس مذہب کی نشر و اشاعت کو پوری مستعدی اور انتہائی حزم و احتیاط سے روکا جائے، اور یہ ان کے بس کی بات نہ تھی کہ مذہب اہل بیت کو بغیر کسی معقول بہانے کے وہ کچلنے کی کوشش کرتے یہ بات بھی ممکن نہ تھی کہ وہ اہل بیت کو کسی قسم کا عیب لگا سکیں کیونکہ ساری دنیائے اسلام اہلبیتؑ کی سیرت اُن کی فطری پاکیزگیؑ نفس زہد و تقویٰ اور جامعیت علمی سے واقف تھی وہ نیکی کی طرف رہبری کرنے والے فلاح و بہبود کے داعی، مجسمہ عدالت

امام اور دین کے حامی مددگار تھے اُنہوں نے اپنے پاکیزہ خون سے اس دین کی آبیاری کی وہ حق کیلئے غضب ناک اور باطل کے دشمن تھے لہذا اس گتھی کو سلجھانے کی آخری تدبیر یہ تھی کہ انصار و پیروان اہلبیتؑ سے ایسی باتیں منسوب کی جائیں جنہیں عوام آسانی سے قبول کرلیں اور سادہ لوح افراد کو یقین آجائے ۔ اُنہوں نے کوشش کی کہ پیروانِ اہلبیتؑ کو دین سے خارج قرار دیا جائے اور جب وہ دین سے خارج قرار دے دیئے گئے تو یقیناً حکومت کے فرماں بردار اُن سے برگشتہ ہو جائیں گے ۔

یہاں ایک دوسری مشکل بھی تھی اور وہ یہ کہ یہ کام ہو تو کیسے الحاد و زندقہ کی تہمت لگا دینا آسان بات نہ تھی شیعوں کے اعمال و افعال بالکل اسلامی نظام کے مطابق تھے ۔ کوئی عمل بھی اُن کا شریعت کے مخالف نہ تھا ۔ یہ تہمت لگانی بھی ممکن نہ تھی کہ شیعہ پیغمبرؐ خدا کو معاذ اللہ بُرا بھلا کہتے ہیں کیونکہ پیغمبرؐ کی تاکیدات اور وصایا کی بنا پر ہی انہوں نے اہلبیتؑ کی حلقہ بگوشی اختیار کی تھی اور اہلبیتؑ کے ساتھ پیغمبرؐ کی محبت و الفت ہی دیکھ کر اُن سے محبت کی تھی دوسری بات یہ ہے کہ حکومت کے حشم و خدم میں بہت سے غیر مسلم بھی تھے جنہیں سرکار سے بڑے بڑے وظیفے ملتے تھے ۔ انعام و اکرام کی اُن پر بارشیں ہوا کرتیں یہ غیر مسلمین متہم اور معتوب رکھے جانے کے زیادہ سزاوار تھے اگر کفار ذمی کو جس طرح رہنا چاہیے اس کے خلاف وہ رہتے ۔

لہذا مقصد براری کی واحد صورت یہ تھی کہ شیعوں کو یہ تہمت لگائی جائے کہ وہ صحابہ کو کافر قرار دیتے ہیں ۔ انہیں گالیاں دیتے ہیں ۔ اربابِ حکومت کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ شیعہ آزادی فکر پر پہرے نہیں بٹھاتے وہ ہر بات کو عقل و انصاف کی ترازو پر تول کر دیکھتے ہیں ۔ وہ صحابہ کے حالات سے علمی حیثیت

ے بحث کرتے ہیں تمام صحابہ کو ایک درجہ کا نہیں سمجھتے بلکہ جیسا عمل ہوتا ہے ویسا اُسے درجہ دیتے ہیں۔ شیعوں کے اس مبنی بر انصاف طرزِ عمل نے انہیں مقصد براری کا موقع فراہم کر دیا اُنہوں نے یہ قاعدہ مقرر کر دیا کہ جس نے صحابہ پہ طعن کیا اُس نے رسول اللہ پہ طعن کیا اور جس نے رسول اللہ پہ طعن کیا وہ زندیق ہے۔

اس سیاسی بازی گری کی بنا پہ شیعوں کو ہر بڑی تہمت لگائی گئی بڑے بڑے حملے اُن پہ کیئے گئے دنیا کے بندوں اور ہوا وہوس کے غلاموں نے حکومت کی ہوا خواہی ظاہر کرنے کے لیئے اس فیصلہ کی کھل کر موافقت کی اور رفتہ رفتہ اُن کے ذہن میں بھی یہ عقیدہ جم گیا کہ صحابہ پہ طعن کرنے والا زندیق ہے کیونکہ صحابہ پہ طعن کرنا رسول اللہ پہ طعن کرنا ہے۔

ان لوگوں نے علمی بحث ومباحثہ سے ہمیشہ دامن بچایا۔ عوام الناس کو آزادی گفتار کی اجازت نہ دی اور اُنہیں مجبور کیا کہ وہ شیعوں کو کافر اور اہل بیت کے مذہب سے بے تعلق سمجھیں۔ حالانکہ اگر کوئی ان سے سوال کر بیٹھے کہ ذرا اس کی وضاحت کر دیجئے تو سوا اس کے اور جواب نہ دیا جا سکے کہ حکومت کا قانون ہی یہ تھا۔

اب ہم پوچھتے ہیں کہ :۔

(۱) وہ کون لوگ ہیں جو تمام صحابہ کو کافر سمجھتے ہیں اور اُن سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔

(۲) وہ لوگ کہاں ہیں جو اہلبیت کے لیئے درجہ ربوبیت کا دعوے کرتے ہیں۔

(۳) وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے مجوسیوں سے تعلیمات حاصل کیں اور اُن تعلیمات کو اپنے عقائد میں داخل کر لیا۔

(۴) یہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے قرآن میں تحریف کی اوراس میں کمی کے دعویدار ہیں۔

(۵) وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے اسلام سے الگ مذاہب ایجاد کئے۔

سواد اعظم ان سوالات کا کوئی جواب نہیں دے سکتا۔ یہ اتہامات حکومت کے ساختہ پرداختہ تھے اور جب حکومت نے انہیں جنم دیا تھا تو کس کی مجال تھی کہ حکومت کی مخالفت کرے ورنہ اگر ذرا بھی غور وفکر سے کام لیا جاتا حقیقت حال معلوم کرنے کی ذرا بھی لگن ہوتی کچھ بھی خدا کا خوف اور دین کی حمایت کا جذبہ ہوتا تو حقیقت معلوم کرنا مشکل نہ تھا کیا بہت سے صحابہ کرا شیعی عقائد کے حامل نہ تھے۔ ایسے صحابہ جو جنگ بدر میں بھی شریک رہ چکے تھے اور بیعت الرضوان کا شرف بھی انہیں حاصل تھا۔

کیا شیعوں میں ایسے جلیل القدر علماء نہیں ہوئے جن کی علوئے منزلت اور تبحر علمی کو سبھی نے تسلیم کیا سبھی ان کے محتاج ہوئے۔ وہ علما بزرگ ترین علمائے کبار تھے اور ان کی بیان کردہ حدیثوں سے صحاح ست مملو ہیں اور ان کی تعداد سو سے بھی زیادہ ہے۔

ہم نے اس پر خواہ مخواہ بات کو طول نہیں دیا۔ اصل بات یہ ہے کہ موضوع انتہائی اہم اور ہولناک ہے۔ ہم نے اسے صرف مذہب اہلبیتؑ کی تشریح اور اس کی حقانیت کی وضاحت کے لئے پیش کیا۔ یہ مذہب اہلبیتؑ کی تشریح اوراس کی حقانیت کی وضاحت کے لئے پیش کیا یہ مذہب نو ایجاد نہیں جیسا کہ کہا جاتا ہے جو یائے تحقیق کو سب سے بڑی جس پیچیدگی کا سامنا کرنا پڑتا ہے وہ اسی تہمت کی پیچیدگی ہے جو شیعوں کو لگائی جاتی ہے کہ شیعہ صحابہ کو کافر سمجھتے ہیں اور انہیں گالیاں دیتے ہیں۔ ہم اس کو متعد •

مرتبہ واضح کر چکے ہیں کہ یہ سب سیاست کی شعبدہ بازی تھی ارباب حکومت کا
دلی منشاء تھا کہ شیعہ جو ہماری ہمنوائی نہیں کرتے اور ہمارے اعمال و افعال
پر حرف گیری کرتے ہیں اُن کی عداوت لوگوں کے دلوں میں متمکن ہو جائے کس کو
اس میں شک ہو سکتا ہے کہ شیعہ اس ظالم حکومت کے مخالف تھے انہوں نے حکومت
سے قطعی تعاون نہیں کیا اور نہ اس زمانہ کی حکومتوں نے جائز حکومت سمجھا
اس لیئے کہ وہ اہلبیت کے حقدار خلافت ہونے کا عقیدہ کسی طرح ترک
کرنے پر آمادہ نہ تھے اسی طرح ہمارا خیال ہے کہ صحابہ کے سب و شتم پر سزا
دینے کا قانون محض شیعوں کو سزا دینے کے لیئے بنایا گیا تھا شیعوں کے
علاوہ دوسرے نمک خواران حکومت ان باتوں سے کہیں سخت باتیں کہہ
جاتے جن کی شیعوں کو تہمت لگائی جاتی ہے ۔ لیکن نہ اُن سے کوئی مواخذہ کیا
جاتا نہ اُن کی باتوں پر کوئی برہمی ظاہر کی جاتی اس لیئے کہ انہیں مذہب اہلبیتؑ
سے تو کوئی لگاؤ تھا نہیں اور نہ وہ اُن بادشاہوں کے انداز حکومت کے مخالف
تھے ۔

بڑے افسوس کی بات یہ ہے کہ بعض تنخواہ دار علماء جو سرکاری مفتی اور
حاکم شریعت تھے عوام کو گمراہ کرنے اور حق سے برگشتہ کرنے کا بار اپنے سر لے
گئے مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے اور انہیں گمراہ کرنے کی ساری ذمہ داری انہیں
کے سر تھی ان لوگوں نے شیعوں کے خلاف خصوصیت سے یہ فتویٰ صادر کیا کہ ان
سے قتال کرنا جہاد اکبر ہے اور شیعوں سے جنگ کرتا ہوا جو مارا جائے وہ شہید ہے
اور جو شخص شیعوں کے کافر ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے ۔

دوسرے صاحب فرماتے ہیں جو رافضی شیخین پر سب و شتم کرے اور لعنت
کرے وہ کافر ہے اور اگر علیؑ کو ان دونوں پر ترجیح دے تو وہ بدعتی ہے

(وسائل عابدین جلد ۲ صت ۱۲۳)

اسفرائینی لکھتے ہیں :-

یہ سمجھ لو کہ ہم نے شیعوں کے جتنے فرقوں کا ذکر کیا ہے وہ سب کے سب صحابہ کو کافر قرار دینے میں متفق ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ آجکل جو قرآن موجود ہے وہ قرآن نہیں جو نازل ہوا تھا - بلکہ دوسرا ہے صحابہ نے اس میں کمی بھی کر دی ہے اور زیادتی بھی شیعوں کا خیال ہے کہ قرآن میں امامت کی تصریح تھی مگر صحابہ نے اُنہیں نکال دیا - شیعوں کا یہ بھی کہنا ہے کہ آج کل مسلمانوں کے ہاتھوں میں جو شریعت ہے - اُسے قابل اعتماد نہیں سمجھنا چاہیئے -

آگے چل کر اسفرائنی لکھتے ہیں :-

ان سب باتوں سے شیعوں کا مقصود یہ ہے کہ شرعی تکالیف سے اپنے کو آزاد بنا لیں اور شریعت نے جن چیزوں کو حرام کیا ہے وہ ان کے لئے مباح ہو جائے وہ عوام سے معذرت میں یہی عذر پیش کرتے ہیں کہ کیا کیا جائے وہ اصل شریعت ہی بدل ڈالی جا چکی ہے - صحابہ نے قرآن میں تغیر و تبدل کر دیا ہے۔

پھر آگے چل کر اسفرائنی نے شیعوں کو یہود و نصاریٰ سے تشبیہ دی ہے اور شیعوں کی مذمت میں کئی حدیثیں درج کی ہیں اور شیعوں کے کافر اور واجب القتل ہونے کی صراحت کی ہے صرف اس سہارے کہ شیعہ بزرگان سلف پر سب و شتم کرتے ہیں اور یہ وہی قاعدہ ہے جسے دشمنانِ اہلبیتؑ نے مذہب اہلبیتؑ کے مٹانے اور ان کے انصار کو کچلنے کے لئے بنا رکھا تھا۔

یہ دو تین اقوال تو صرف نمونے کے طور پر ہم نے نقل کئے ہیں سوادِ اعظم کے علماء کے ہزاروں ہی ایسے اقوال ہیں جو انتہائی وحشت میں مبتلا کر دینے والے ہیں اور جنہیں دیکھ کر ہر مسلمان انگشت بدنداں رہ جاتا ہے کہ پہلے

زمانے کے لوگ مسلمانوں میں پھوٹ ڈالنے ان میں افتراق و انتشار پیدا کرنے نے کس حد تک پستی میں اتر آئے تھے ان خرافات میں ہم زیادہ وقت برباد کرنا نہیں چاہتے البتہ دو تین باتیں خاص طور پر قابل توجہ و لائق التفات ہیں۔

(۱) پہلی بات یہ کہ کیا واقعی تمام صحابہ پر طعن کرنے کی وجہ سے کوئی شخص ایسے سخت و شدید احکام کا سزاوار ہو جاتا ہے یا کوئی فرق بھی ہے اگر یہ حکم (یعنی جو شخص صحابہ پر طعن کرے وہ کافر و زندیق ہے) ہر اس شخص کے لئے ہے کسی بھی صحابی پر طعن کرے تو یہی حکم ان لوگوں پر کیوں نہیں لگایا جاتا جنہوں نے ایک دو صحابی پر نہیں بے شمار صحابہ کرام پر طعن و تشنیع کی اور ان کی طرف ایسی باتیں منسوب کیں جن باتوں سے وہ متصف نہ تھے اور وہ معزز ترین اصحاب بھی تھے۔

حضرت عثمان کے خون سے ایک دو نہیں سینکڑوں ہی صحابہ کے ہاتھ رنگین ہیں ہزاروں ہی نے ان کے قتل میں شرکت کی اور ان کے باپ دادا یعنی بنی امیہ کے رنگ ڈھنگ اختیار کرنے کو ناپسند کیا۔ ان ہزاروں صحابہ کرام کے متعلق یہ کہنا کہ وہ اجڈ جاہل گنوار لوگ تھے۔ بلاشبہ وہ مفسدین فی الارض تھے۔ وہ باغی تھے۔

کیا ان صحابہ کرام کی توہین و منقصت اور ان پر طعن نہیں۔

ابن تیمیہ ان ہزاروں صحابہ کرام کے متعلق لکھتے ہیں:۔ "وہ خوارج اور مفسدین فی الارض تھے۔"

پھر لکھتے ہیں:۔ "عثمان کو صرف ایک مختصر سی جماعت نے قتل کیا جو باغی و ظالم تھی لیکن وہ لوگ جنہوں نے ان کی ہلاکت میں کوشش کی وہ سب کے سب جفاکار ظالم باغی اور حد سے تجاوز کرنے والے تھے۔"

(منہاج السنہ جلد ۳ صفحہ ۱۹۱ تا ۲۰۶)

حضرت عثمان پر اعتراض کرنے والے صحابہ کے متعلق ابن حجر لکھتے ہیں
مجتہد پر امور اجتہادیہ میں اعتراض نہیں کیا جا سکتا، لیکن وہ ملعون اعتراض کرنے والے انہیں کوئی سمجھ نہ تھی۔ بلکہ وہ بالکل بے عقل تھے۔

(صواعق محرقہ ابن حجر ص۶۸)

علمائے اہل سنت نے یہ قاعدہ بنا رکھا ہے کہ صحابہ بس اُسی وقت تک عادل تھے۔ جب تک فتنے نہ واقع ہوئے۔ فتنہ کے بعد ہر اُس صحابی کے متعلق چھان بین ضروری ہے جو ظاہر العدالۃ نہ تھا۔

(شرح الفیہ عراقی جلد ۳ ص۳۶)

دوسری بات یہ کہ شیعہ۔ دشمن علیؑ کی عداوت چھپاتے نہیں۔ علیؑ کا دشمن ارشاد پیغمبرؐ کے مطابق منافق ہے۔ چنانچہ پیغمبرؐ کی مشہور حدیث ہے (اے علیؑ تمہیں مومن ہی دوست رکھے گا اور منافق ہی دشمن) اور اس میں کوئی شک نہیں کہ منافقین جہنم کے آخری طبقے میں ہونگے اور یہ بات پایۂ ثبوت تک پہونچ چکی ہے کہ کچھ نام کے صحابہ علیؑ کو دشمن رکھتے تھے یہ ایسی حقیقت ہے جس سے تاریخ کا معمولی طالب علم بھی انکار نہیں کر سکتا۔

اس میں شک و شبہ نہیں کہ معاویہ اور اُن کے حوالی موالی علانیہ طور پر علیؑ اور تمام اہلبیتؑ کے دشمن تھے انہوں نے علیؑ کا ایسے دلوں سے مقابلہ کیا جس میں ایمان کی رمق بھی نہ تھی اور ایسے چہروں سے جن سے ندامت و شرم کی جھلک تک ندارد تھی۔ معاویہ نے علانیہ علیؑ پر سب و شتم کیا اور اُسے سُنت بنا دیا تھا۔ انہوں نے ڈھونڈ ڈھونڈ کر علیؑ کے انصار کو تلاش کیا۔ طرح طرح کے عذاب و عتاب میں مبتلا کیا۔ ان کا جینا حرام کر دیا۔ جہاں بھی جسے پایا قتل کیا۔

پھر معاویہ کے اعمال بھی ایسے تھے کہ کوئی شریف آدمی اُن اعمال

رجپ نہیں رہ سکتا نہ ان افعال کو کسی طرح صحیح قرار دے سکتا ہے
بہمنا انتہائی ظلم ہے کہ معاویہ مجتہد تھے اُنہوں نے اجتہاد سے کام لیا
مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر امام اہل سنت علامہ شاہ محمد حیدر علی
کاکوروی کی عبارت پیش کر دی جائے۔ مرحوم اپنی کتاب سیرت علویہ میں معاویہ
کے مجتہد ہونے کے متعلق تفصیلی بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

"اب ہم کو شبہ کے دوسرے جز پر بھی ایک نظر ڈال لینا
چاہیئے۔ وہ یہ کہ معاویہ مجتہد تھے اور اُن سے خطائے اجتہادی
واقع ہوئی یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ کل صحابہ مجتہد نہ تھے"
(آیات بینات شرح جمع الجوامع وغیرہ)

معاویہ پر لفظ مجتہد کا اطلاق ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اس کو مجتہد کی
تعریف بخوبی واضح کر دے گی۔ مجتہد اس شخص کو کہتے ہیں جو احکام فقہ کو
کماحقہ جانتا ہو مع اُن کے دلائل تفصیلیہ یعنی کتاب و سنت و اجماع و قیاس
کے اور ہر حکم کو اس کی علت کے ساتھ مرتبط جانتا ہو اور اس کی علت کا
ظن قوی رکھتا ہو یعنی قرآن پاک کی قرأت و تفسیر و احادیث کا علم اُن
کی سندوں اور معرفت صحیح و ضعیف کی اُسے حاصل ہو۔
(ازالۃ الخفا)

قبل اس کے کہ ہم اس پر کچھ لکھیں کہ معاویہ اس تعریف میں آتے ہیں یا نہیں
یہ بھی سمجھ لینا چاہیئے کہ خطائے اجتہادی کس کو کہتے ہیں۔ خطاء اجتہادی صرف
اس خطا کو کہتے ہیں جس میں مجتہد مستقل کسی امر متنازعہ فیہ میں کلام الٰہی
اور حدیث نبوی میں بلا شائبہ نفسانیت پورے طور پر غور و خوض کے بعد تمام
امالہ و ما علیہ کی تحقیقات کر کے نیک نیتی سے کوئی رائے قائم کرے اگر وہ

رائے غلط ہوتی ہے تو مجتہد کی خطا کو خطائے اجتہادی کہتے ہیں۔ اوپر کی عبارت سے خطاء اجتہادی کے لیے حسب ذیل باتوں کی ضرورت معلوم ہوتی ہے:۔

(۱) غلطی کرنے والا مجتہد ہو۔

(۲) رائے قائم کرنے میں شائبہ نفسانیت نہ ہو۔

(۳) یہ رائے کلام الہٰی اور حدیث نبوی سے ماخوذ ہو خطائے اجتہادی کے لیے یہ تینوں چیزیں لازمی ہیں۔ صرف ایک جزء کی موجودگی سے ہر خطا خطائے اجتہادی نہیں ہو سکتی خطاء اجتہادی جب ہی ہو گی جب تینوں جزو موجود ہوں۔

خطائے اجتہادی پر ایک سرسری نظر ڈالنے کے بعد حقیقتاً اس کی ضرورت ہی نہیں رہتی کہ یہ طے کیا جائے کہ معاویہ مجتہد تھے یا نہیں۔ اس لئے کہ اگر معاویہ کا یہ فعل خطائے اجتہادی میں آتا ہی نہ ہو تو پھر اُن کے مجتہد ماننے نہ ماننے سے بحث پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ معاویہ کا یہ فعل کہ انہوں نے جناب امیرؑ کے خلاف بغاوت کی اس لئے خطاء اجتہادی نہیں ہو سکتا کہ ان کے اس فعل میں کم از کم خطاء اجتہادی کی تعریف میں جزو دوئم وسوئم کا کہیں وجود نہیں معدوم ہوتا۔ یہ امر ہم اوپر ثابت کر چکے ہیں کہ جناب امیرؑ کی خلافت نص قرآنی اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اس لئے معاویہ کا جناب امیرؑ سے مقابلہ کرنا کلام الہٰی اور حدیث نبوی سے ماخوذ نہیں ہو سکتا۔ جزء سوم کا جواب نفی میں دینے کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ شائبہ نفسانیت موجود تھا ہماری اس رائے کی تائید جنگ صفین کے اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ جب عبداللہ بن عمرو عاص سے اور معاویہ سے حضرت عمار یاسر

شہادت کے بعد اُن احادیث پر گفتگو ہوئی جس میں آنحضرتؐ نے یہ فرمایا تھا کہ اے عمار تمہیں گروہ باغی قتل کرے گا تم ان کو جنت کی طرف بلاؤ گے اور وہ تمہیں دوزخ کی طرف تو معاویہ نے اس کی تاویل یہ کی کہ گروہ باغی کے الفاظ کا اطلاق جناب امیر اور ان کے ساتھیوں پر ہوتا ہے اس لئے کہ اُن کے نزدیک قاتل حضرت عمار یاسر یا وہ گروہ کہا جائے گا جو اُنہیں جنگ کے لئے لایا اور جس طرف سے وہ جنگ کرتے تھے نہ کہ وہ گروہ جس نے اُن کو قتل کیا۔ معاویہ کی تاویل اگر صحیح مان لی جائے تو پھر قاتل حمزہ وحشی نہیں قرار دیا جا سکتا بلکہ نعوذ باللہ من ذالک قاتل حمزہ خود آنحضرت اور اُن کے اصحاب قرار پائیں گے۔ جن کی طرف سے حضرت حمزہ جنگ کرتے تھے۔ معاویہ کی اس تاویل کو بھی اُن کے معرف مجتہدانہ فعل کہنے پر آمادہ و مستعد ہوں تو ہوں مگر کسی ذی عقل اور صاحب فہم و ادراک سے یہ اُمید رکھنا کہ وہ ملوک پرستی کے جذبہ سے متاثر ہو کر انہیں کی طرح دن کو رات اور رات کو دن کہنے لگے گا اور اس شعر پر عامل ہونے کو تیار ہو گا ؎

اگر شہ روز را گوید شب است ایں
بباید گفت اینک ماہ و پرویں

ایک بالکل خلاف عقل اور غیر ممکن سی شے ہے۔ معاویہ کو مجتہد ماننے کی کوئی دلیل موجود نہیں ان کے اجتہاد کا دعویٰ کرنا ایسا ہی ہے جیسے ابن حزم کا ابن ملجم اشقی الآخرین قتل جناب امیرؑ میں مجتہد قرار دینا (تلخیص از حافظ ابن حجر) جب نوبت فضول گوئی اور ہذیان کی آ جائے تو پھر جس شخص کو چاہے مجتہد قرار دے دے یہ ظاہر ہے کہ اس طرح کی

تاویلات سے دنیا کے معیوب ترین افعال کے لیئے بھی عذرات لایعنی پیدا کیئے جا سکتے ہیں۔

(سیرۃ علویہ حافظ شاہ محمد علی کاکوروی حنفی)

معاویہ کو اجتہاد سے نسبت ہی کیا تھی انہوں نے حدود معطل کر دیئے، گواہوں کی گواہیاں ٹھکرائیں واجب الاحترام شخصیتوں کو موت کے گھاٹ اتارا۔ مسلمانوں کی عورتوں کو مثل بندیاں ترک ودیلم اسیر کیا انہیں کنیزوں کی طرح بازار میں بیچنے کی کوشش کی اسی قسم کے ہزاروں ہی ان کے سیاہ اعمال ہیں۔

(استیعاب جلد ا ص۱۵۶)

ان کے ان سیاہ اعمال کو کھینچ تان کر زبردستی صحیح قرار دینا اور ان کی بے گناہی ثابت کرنے کے لئے ان سیاہ کارناموں کو تاویل پر محمول کرنا محض اس وجہ سے کہ وہ صحابی تھے اور ایک صحابی پر طعن تمام صحابہ پر طعن ہے۔ شریعت سے کھلا ہوا مذاق ہے پھر یہ بھی دنیا جانتی ہے کہ خود صحابہ کرام نے معاویہ سے اپنی بیزاری ظاہر کی ان کے اعمال سے انتہائی متنفر ہوئے۔ ہم ایسے شخص کی عداوت و دشمنی قطعی نہیں چھپاتے اور نہ اُن کے سیاہ اعمال پر خاموش رہنے کی کوئی وجہ جانتے ہیں۔

کیا ہم بسر ابن ارطاۃ کے ہولناک افعال پر سکوت اختیار کر سکتے ہیں۔ محض اس وجہ سے کہ اس پر بھی صحابیت کا لیبل چسپاں تھا۔ یہ بسر معاویہ کی فوج کا سپہ سالار تھا اور اُس نے ایسے ہولناک جرائم کیئے جس کی نظیر صفحات تاریخ پر نہیں ملتی اُس نے یمن پر غارت گری کی وہاں کے بڈھے بڈھے لوگوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کو تہ تیغ کیا۔

اور عورتوں کو قیدی بنا لیا اس پر قبیلہ کندہ کی ایک عورت نے کہا ارطاۃ کے بیٹے ایسی حکومت جو کم سن بچوں بڈھے پھوس لوگوں کو قتل کرکے اور ہر ممکن درندگی اور بے رحمی کرکے قائم ہو۔ یقیناً بدترین حکومت ہے

خدا کے لئے انصاف سے بتایئے ہم کیسے بسر کی حرکتوں پر خاموشی اختیار کر سکتے ہیں۔ ہم ان بیکس بیوہ عورتوں کی فریاد سے کیسے اپنے کان بہرے کر لیں جن جن کے جوان جوان فرزند بے جرم و بے خطا تہ تیغ کر دیئے گئے تھے انہائی ظلم ہے زبردستی ہے کہ ان فریادوں کو سن کر اگر کوئی مسلمان غضبناک ہو اسے جفا کار و ستم پیشہ و ظالم قرار دے تو اسے زندیق و ملحد کے لقب سے ملقب کیا جائے کیونکہ بسر نے معاویہ کے حکم سے یہ سب کام کئے تھے بسر پہ اعتراض معاویہ پر اعتراض اور معاویہ صحابی تھے اور صحابی پر اعتراض کرنے والا زندیق و کافر۔ اس نظریہ کی بنا پر تو معاویہ کو بالکل کھلی چھوٹ تھی اُن کا جو جی چاہتا کرتے صحابی تو تھے ہی اور صحابیت نے ان کے گرد ایسا حصار کھینچ رکھا تھا کہ اُن سے کوئی باز پرس کی ہی نہیں جا سکتی وہ ہر خطرے سے محفوظ تھے جتنا چاہتے ناحق خون بہاتے اور جس کو چاہتے اپنی بدگمانی کی بنا پر تہ تیغ کرتے نہ اُن پر شرعی قانون نافذ ہو سکتے اور نہ شارع مقدس کا کوئی حکم مانع ہو سکتا تھا وہ صحابی تھے انہیں ہر حکم شریعت میں من مانا تصرف کرنے کا اختیار حاصل تھا۔

لیکن اگر ایسی ہی بات ہوتی تو صحابہ کرام اُن کی حرکات پر نفرت کا اظہار کیوں کرتے جن میں پیش پیش حضرت ابوذر غفاری تھے انہوں نے بھرے مجمع میں معاویہ کے متعلق اعلان کر دیا تھا کہ ان کے تمام حرکات نظم شریعت کی دھجیاں اڑانے والے ہیں۔

اسی طرح حکم بن عمرو صحابی کبیر نے بھی نفرت کا اظہار کیا جب کہ انہیں معاویہ کا یہ خط ملا کہ مال غنیمت میں جتنا سونا چاندی ہے وہ میرے لئے الگ کر لو تو انہوں نے ان کا فرمان ٹھکرا دیا اور کہا کہ خدا کی کتاب ان کے فرمان سے زیادہ واجب التعمیل ہے کیا انہوں نے پیغمبر کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ خدا کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی معصیت نہیں حکم بن عمرو نے تمام مال غنیمت مسلمانوں میں برابر تقسیم کر دیا اس کی سزا انہیں یہ دی گئی کہ قید میں ڈال دیئے گئے اور مر کر ہی رہائی نصیب ہوئی۔

(تاریخ ابن کثیر جلد ۸ صـ۴۷)

خود حضرت عائشہ نے معاویہ کے حکم سے حجر اور اصحاب حجر کے قتل کئے جانے کو انتہائی ناپسند کیا معاویہ پر بے حد غضب ناک ہوئیں انہیں حضوری کی اجازت نہ دی اُن کے حیلے بہانے قطعی قبول نہ کئے اور جب معاویہ نے یہ عذر پیش کیا کہ حجر اور اصحاب حجر کے قتل کرنے میں امت کی صلاح اور اُن کو زندہ رکھنے میں امت کے فاسد ہو جانے کا اندیشہ تھا تو حضرت عائشہ نے کہا کہ میں نے پیغمبر سے سنا ہے مقام عذراء پر کچھ ایسے لوگ قتل ہوں گے جن کے قتل پر اللہ اور تمام اہل سماوات غضبناک ہونگے۔

(تاریخ ابن کثیر جلد ۵ صـ۴۷)

اور اسی طرح اور بھی بے شمار صحابہ کرام نے معاویہ سے بیزاری کا اظہار کیا۔ گنجائش نہیں کہ سب کا ذکر کیا جائے۔

لہٰذا یہ انتہائی ظلم ہے کہ شیعوں پر محض اس وجہ سے اعتراض کیا جائے کہ وہ معاویہ سے بے تعلقی کا اظہار کرتے ہیں۔

ان کے یاور و انصار پر اور اُن لوگوں پہ جنہوں نے کتاب خدا

کی مخالفت کر کے بندوں پہ ظلم کیا۔ شہروں میں تباہی مچائی۔ پیغمبر خدا کو اذیت دی، ابر ہمی ظاہر کرتے ہیں کیا کسی بھی مسلمان کے لئے جو خدا ورسول پہ ایمان رکھتا ہو یہ مناسب ہے کہ مسلمانوں کی ایک جماعت کو محض اتہامات والزامات کی آڑ لے کر کافر قرار دے اور حکومت کے ان ہتھکنڈوں سے آنکھ بند کئے رہے جن سے ان اتہامات والزامات کی نشر واشاعت میں کام لیا جاتا تھا اور مسلمانوں پہ زبردستی کی جاتی کہ ان باتوں کو ضرور ہی سچ مانو۔

لطف کی بات یہ ہے کہ عباسی حکومت بنی امیہ کی بہت سی باتوں پر غضب ناک تھی۔ بہت سی باتوں میں بنی امیہ کی مخالفت اس کا شعار تھا۔ مگر اہل بیت کے مذہب کی مخالفت میں دونوں متحد تھیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ جیسے اہلبیتؑ کی ضد ان کی عداوت اور ان کے ہمدردوں کی پکڑ دھکڑ کے لئے دونوں نے ایکا کر لیا تھا۔ بنی عباس کو یہ امتیاز حاصل تھا کہ ان کے انتقام کا دائرہ بہت وسیع اور پیروان اہلبیتؑ پہ اتہام لگانے کی صورتیں بھی زیادہ میسر تھیں انہوں نے بہت سے کرایہ کے علماء کو معین کر رکھا تھا جو ہر جلسہ ہر بزم میں شیعوں کے خلاف اتہامات کا طومار باندھا کرتے تھے۔

یہ کرایہ کے مولوی مسلمانوں سے شیعوں کا خطرہ بڑھا چڑھا کر بیان کرتے اور لوگوں کو ذہن نشین کراتے کہ شیعہ حلول کے قائل اور عقیدہ تناسخ کے حامل ہیں اپنے ائمہ کی الوہیت کا اعتقاد رکھتے ہیں شریعت کو باطل سمجھتے ہیں۔

جو شخص بھی ان اتہامات پر انصاف سے نظر کرے جن کی تشہیر

میں حکومت بڑی مستعدی سے سرگرم رہا کرتی اور عوام الناس کو ترغیب دیتی کہ ان پروپیگنڈوں کو بسر و چشم قبول کریں اور ان پروپیگنڈوں کو ایسے مسلمات کی حیثیت دے دی تھی جن میں بحث و تحقیق کی بھی گنجائش نہیں وہ یہ یقین کرنے پر مجبور ہوگا کہ یہ ساری کارروائیاں محض اس لئے کی گئیں کہ مذہب اہل بیت کا نام و نشان باقی نہ رہے لیکن حکومت ناکام رہی منزل مقصود تک پہونچنا نصیب نہ ہوا۔ اسی وجہ سے ہم یہ یقین کرنے پر مجبور ہیں کہ یہ مذہب اہل بیتؑ کی روحانیت اور عظیم ترین صداقت تھی جس نے ان تمام رکاوٹوں کا سینہ چیر کر آگے بڑھنے کا راستہ پیدا کر لیا۔ اپنی روحانی قوت تائید ربانی اور اہل بیت کے فیوض و برکات کے سبب یہی وجہ تھی کہ مذہب اہلبیتؑ ان تمام آہنی دیواروں کو پار کر گیا جو اس کے آگے بڑھنے اور اس کی نشر و اشاعت میں حائل ہوئیں۔

ہم ایک مرتبہ پھر اپنے مسلمان بھائیوں سے اپیل کرتے ہیں کہ خدا کے لئے کسی بات کا فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لیا کیجئے بلکہ پہلے اچھی طرح سوچ سمجھ لیجئے آباء و اجداد کی تقلید نہ کیجئے نہ غلط سلط قیاسات کو کام میں لائیے نہ کسی ایک شخص کی وجہ سے پوری جماعت کو مورد عتاب بنایئے اسی طرح وہ رکاوٹیں دور ہو سکتی ہیں جو مسلمانوں کے باہمی اتحاد میں حائل ہیں اور اسی طرح سازشی اور دشمنان اتحاد کی ریشہ دوانیوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

(اقتباس و ترجمہ از امام الصادق و المذاہب الاربعہ جلد دوم مصنفہ علامہ اسد حیدر عراق)

SYED F. RAZA.

آج ہی طلب فرمایئے

علی علیہ السلام

آج ہی طلب فرمایئے

اس کتاب میں مولائے کائنات کی شخصیت کے تمام اہم پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ حضور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد ہر اعتبار سے حضرت علیؑ ہی کا نام آتا ہے۔ علم، عدل، شجاعت، صبر و قناعت میں آپ کا کوئی مثل نہ پہلے تھا نہ اب ہے۔ کائنات شریعت و طریقت کے آپ نیر اعظم تھے۔ حضورؐ کے بعد آپ نے اسلام کی جو گرانقدر خدمات انجام دیں وہ آپ اور آپ کی آلِ پاک ہی سے مخصوص ہیں۔ آپ محسن انسانیت ہیں اور آپ ہی محسن اسلام۔ آپ بدر و حنین، خیبر و خندق کے فاتح اعظم بھی ہیں، اور دربارِ خلافت میں رہنمائے کامل بھی۔ شاید اسی لیے حضرت عمر نے اپنی حیات میں کئی بار فرمایا کہ "اگر علیؑ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا۔" غرض آپ نے اپنے نقوش قدم میں ہزارہا انسانیت نوازیش کیے ہیں اور انسان کو انسان بننا سکھایا ہے۔ اس کا کچھ کچھ اندازہ آپ کے ان فرمودات عالیہ اور تاریخی واقعات سے ہوتا ہے جو انتہائی عرق ریزی کے بعد اس

عظیم الشان کتاب "علی علیہ السلام" میں جمع کیے گئے ہیں

مولائے کائنات کی ذات گرامی صرف پیغمبر آخر الزمان کے قوت بازو اور جانشین کی تھی لہٰذا جس طرح اسلام دنیا کو خیرباد کہہ کر رہبانیت کی تلقین نہیں کرتا اسی طرح آپ کے ارشادات میں دین و دنیا دونوں سموئے ہوئے ہیں اور انسانیت ہر ہر قدم پر ان سے رہنمائی حاصل کر رہی ہے۔

مرتبہ:— **محمد وصی خان**

کتاب ملنے کے پتے:— محفل حیدری، ناظم آباد نمبر ۳، کراچی نمبر ۱۸
احمد بک ڈپو، رضویہ سوسائٹی، کراچی
محفوظ بک ایجنسی، مارٹن روڈ، کراچی

قیمت:— صرف ۶ روپے

پیش کش: پاکستان حیدری کونسل (رجسٹرڈ) کراچی

ٹائٹل مطبوعہ: سندھ آفسٹ پرنٹرز - کراچی